جاسوسی دنیا نمبر 3

عورت فروش کا قاتل

(مکمل ناول)

خونی ناچ

آج شام ہی سرجنٹ حمید نے کافی ہڑبونگ مچا رکھی تھی، لیکن بات محض اتنی ہی تھی کہ آج اس نے نمائش جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ کئی بار اس نے مختلف رنگوں کے سوٹ نکالے اور ان پر قسم قسم کی ٹائیاں رکھ کر دیکھتا رہا۔ انسپکٹر فریدی اس کے بچپنے پر دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ لیکن اس نے دخل دینا مناسب نہ سمجھا۔ آج وہ بھی نمائش جانے کے لئے تیار ہوگیا جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ آج کل وہ قطعی بیکار تھا، ورنہ اس جیسے مشغول آدمی کو کھیل تماشوں کی فرصت کہاں اور ویسے بھی اسے ان چیزوں سے دلچسپی نہ تھی۔ فرصت کے اوقات میں وہ زیادہ تر اپنے پالتو جانوروں سے دل بہلایا کرتا تھا یا پھر حمید کے چٹکلوں سے لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ حمید بھی اسکے عجائب خانے کا ایک جانور تھا۔ حیوان ظریف۔

حمید اس کا ماتحت ضرور تھا لیکن ان دونوں کے درمیان کسی قسم کا رسمی تکلف بھی نہیں تھا اور یہی چیز اس کے دوسرے ماتحتوں کو بہت گراں گذرتی تھی۔ اکثر دبی زبان سے اپنی خفگی کا اظہار بھی کر دیا کرتے تھے لیکن فریدی ہمیشہ ہنس کر ٹال دیتا تھا۔ بہتیروں نے اس بات کی کوشش کی کہ سرجنٹ حمید کا کسی دوسری جگہ کا تبادلہ کرادیا جائے لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ بڑے افسران کو بہر حال کوئی کام فریدی کی مرضی کے خلاف کرنے میں کچھ نہ کچھ تامل ضرور ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حمید کا تبادلہ کسی دوسری جگہ کا نہ ہو سکا ورنہ سرجنٹوں کے تبادلے آئے دن ہوا کرتے تھے۔

انسپکٹر فریدی ایک جوہر شناس آدمی تھا اس نے پہلے ہی دن حمید کی صلاحیتوں کا اندازہ لگایا تھا اور پھر دو تین معاملات میں اپنے ساتھ چانس دینے پر تو وہ اس کا گرویدہ ہوگیا تھا۔ رفتہ رفتہ دونوں کے تعلقات بڑھتے گئے اور پھر ایک دن وہ آیا کہ حمید انسپکٹر فریدی کے ساتھ رہنے لگا۔

اس وقت وہ اس کی کوٹھی میں بیٹھا اس کے نوکروں پر اسی طرح رعب جما رہا تھا جیسے وہ خود اسی کے نوکر ہوں۔

"آپ کون سا سوٹ پہن رہے ہیں۔" حمید نے فریدی سے پوچھا۔

"کوئی سا پہن لیا جائے گا...... آخر تمہیں آج کپڑوں کا خبط کیوں پیدا ہوگیا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"کوئی ایسی خاص بات تو نہیں۔" حمید ہنس کر بولا۔

"نہیں! تم نے ضرور کوئی نئی حماقت کی ہے۔" فریدی نے کہا۔ "میں مان نہیں سکتا۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ آج......!" حمید رکتے ہوئے بولا۔ "بات یہ ہے کہ نمائش گاہ تو محض بہانہ ہے۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ آج آرلکچو میں خاص پروگرام ہے۔ سچ کہتا ہوں بڑا لطف رہے گا۔"

"تو یہ کہئے۔" فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "آپ ہی تشریف لے جایئے۔ میرے پاس ان لغویات کے لئے وقت نہیں۔"

"خدا کی قسم مزا آجائے گا...... آج آپ بھی ناچئے گا، شہناز کے ساتھ...... اس کی ایک سہیلی بھی ہوگی۔"

"اچھا......!" فریدی طنزیہ انداز میں سرہلا کر بولا۔ "یہ شہناز کیا بلا ہے۔"

"ہی ہی ہی...... بات یہ ہے کہ...... وہ میری دوست ہے...... یعنی کہ بات یہ ہے...... ہی ہی ہی۔"

"جی ہاں بات یہ ہے کہ آپ نے کوئی نیا عشق فرمایا ہے۔"

"جی ہاں......جی ہاں......آپ تو سمجھتے ہی ہیں، لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ اس بار سو فیصدی سچا عشق ہوا ہے۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ میں اس کے بغیر......!"

"زندہ نہیں رہ سکتا۔" فریدی نے طنزیہ انداز میں جملہ پورا کرتے ہوئے کہا۔

"اور اگر زندہ رہ سکتا ہوں تو اس گھر میں نہیں رہ سکتا اور اگر اس گھر میں رہ بھی گیا تو دن رات بھوں بھوں رونے کے علاوہ اور کوئی کام نہ ہوگا۔"

حمید کھسیانی ہنسی ہنسنے لگا۔

"آپ چلئے تو......اچھا آپ نہ ناچیے گا۔" اُس نے کہا۔

"خیر چلا جاؤں گا کیونکہ میں بھی تھوڑی سی تفریح چاہتا ہوں، لیکن براہِ کرم وہاں میرا کسی سے تعارف نہ کرانا۔"

"چلئے منظور......!" حمید نے مسکرا کر کہا۔ "اچھا اب جلدی سے اپنا سوٹ نکلوا لیجئے... پہلے نمائش چلیں گے۔"

"تو کیا تمہیں ناچنا آتا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں نہیں......میں فاکس ٹراٹ ناچ سکتا ہوں......والز ناچ سکتا ہوں اور!"

"بس بس......!" فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ابھی امتحان ہوا جاتا ہے۔"

فریدی نے ریکارڈوں کے ڈبے میں سے ایک ریکارڈ نکال کر گراموفون پر چڑھا دیا۔

ایک انگریزی طرز کا نغمہ کمرے میں گونجنے لگا۔

"اچھا بتاؤ......کیا بج رہا ہے۔" فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

حمید بوکھلا گیا۔ اپنی گھبراہٹ کو مسکراہٹ میں چھپاتے ہوئے بولا۔ "ماڈرن فاکس ٹراٹ......!" فریدی نے قہقہہ لگایا۔

"اسی بل بوتے پر ناچنے چلے تھے جناب۔"

"اچھا......تو پھر آپ ہی بتائیے کہ کیا ہے۔" حمید نے جھینپ مٹاتے ہوئے کہا۔

"والز......!"

"میں مان نہیں سکتا۔"

"اچھا اگر فاکس ٹراٹ ہے تو ناچ کر دکھاؤ۔"

"کس کے ساتھ ناچوں۔"

"میرے ساتھ......!"

"آپ ناچنا کیا جانیں۔"

"حضور تشریف تو لائیں۔"

فریدی نے بایاں ہاتھ حمید کی کمر میں ڈال دیا اور حمید کا بایاں ہاتھ اپنے کاندھوں پر رکھنے لگا۔

"تو گویا آپ مجھے عورت سمجھ رہے ہیں۔ میں کاندھوں پر ہاتھ نہیں رکھوں گا۔" حمید نے جھینپ کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"گدھے ہو۔" فریدی نے اُسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ "آؤ تمہیں ناچنا سکھادوں۔"

دونوں لپٹ کر ریکارڈ کے نغمے پر ناچنے لگے۔

فریدی ہدائتیں دے رہا تھا۔

"پیچھے ہٹو......دایاں پاؤں......بایاں پاؤں......پیچھے......پیچھے......آگے آؤ......بایاں......داہنا۔ برخوردار یہ والز ہے......ہاں ہاں......بایاں پاؤں......فاکس ٹراٹ نہیں ہے۔"

ریکارڈ ختم ہو جانے کے بعد دوسرا ریکارڈ لگایا گیا۔ وہ دونوں پھر ناچنے لگے۔ تھوڑی دیر میں حمید پسینے میں تر ہو گیا۔

"بس میرے شیر......اتنے ہی میں بول گئے۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

"خدا کی قسم......آپ کا جواب نہیں۔" حمید نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "میں تو آپ کو انتہائی خشک آدمی سمجھتا تھا......آپ نے یہ سب کیسے سیکھ لیا۔"

"ایک سراغ رساں کو سب کچھ جاننا چاہئے۔"

"میں آپکا شکر گذار ہوں، ورنہ آج سخت شرمندگی اٹھانی پڑتی۔" حمید نے کہا۔

"شرمندگی کس بات کی۔ پچھتر فیصدی لوگ عموماً غلط ناچتے ہیں۔ تم تو پھر بھی غنیمت ناچ رہے تھے۔"

"اچھا تو پھر آج آپ کو بھی ناچنا پڑے گا۔" حمید نے کہا۔

"یہ غلط بات ہے۔ میں تمہارے ساتھ اسی شرط پر چل سکتا ہوں کہ مجھے ناچنے پر مجبور نہ کرنا۔"

"عجیب بات ہے...... اچھا خیر...... میں آپ کو مجبور نہ کروں گا۔"

دونوں کافی دیر تک نمائش کے چکر لگاتے رہے۔ حمید کی یہ کیفیت تھی کہ وہ ہر حسین عورت کو قریب سے گزرتے دیکھ کر فریدی کا ہاتھ دبا دینا ضروری سمجھتا تھا اس وقت فریدی کی جھنجلاہٹ دیکھنے کے قابل ہوتی۔ جب وہ اس کی توجہ کسی دوسری طرف سے ہٹا کر کسی عورت کو دکھلانے کی کوشش کرتا۔

"حمید آخر تم اتنے گدھے کیوں ہو؟" فریدی نے چلتے چلتے رک کر کہا۔

"اکثر میں بھی یہی سوچا کرتا ہوں۔" حمید ہنس کر بولا۔

"دیکھو میں تمہیں سنجیدگی سے سمجھاتا ہوں کہ اب تم اپنی شادی کر ڈالو۔"

"اگر کوئی شادی شدہ آدمی مجھے اس قسم کی نصیحت کرتا تو میں ضرور مان لیتا۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"اگر یہ ممکن نہیں تو پھر میری ہی طرح عورتوں کے معاملے میں پتھر ہو جاؤ۔"

"آپ تو خواہ مخواہ بات بڑھا دیتے ہیں۔" حمید نے بُرا مان کر کہا۔ "کیا کسی اچھی چیز کی تعریف کرنا بھی جرم ہے۔"

"جرم تو نہیں لیکن ہمارے پیشے کے اعتبار سے یہ رجحان خطرناک ضرور ہے۔"

حمید نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اُس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے

وقت اس قسم کی نصیحتیں سننے کے لئے تیار نہیں ہے۔

تقریباً ایک گھنٹے تک نمائش کا چکر لگانے کے بعد وہ لوگ آرلکچو کی طرف روانہ ہو گئے۔ آرلکچو کا شمار شہر کے بڑے ہوٹلوں میں ہوتا تھا...... یہاں کا سارا کاروبار انگریزی طرز پر چلتا تھا۔ یہاں ناچ بھی ہوتا تھا جس میں شہر کے اونچے طبقے کے لوگ حصہ لیا کرتے تھے۔

دونوں نے آرلکچو پہنچ کر ٹکٹ خریدے اور ہال میں داخل ہو گئے۔ سارا ہال برقی قمقموں سے جگمگا رہا تھا اور موسیقی کی لہریں فضا میں منتشر ہو رہی تھیں۔ پہلا راؤنڈ شروع ہو گیا تھا بیشمار خوش پوش نوجوان جوڑے بغل گیر ہو کر ہال کے چوبی فرش پر تیر رہے تھے۔

حمید اور فریدی پہلا راؤنڈ ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ حمید کی بے چین نگاہیں اس بھیڑ میں شہناز کو تلاش کر رہی تھیں۔

"ارے یہ شہناز کس کے ساتھ ناچ رہی ہے۔" حمید نے ایک جوڑے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ فریدی اُدھر دیکھنے لگا۔ ایک خوبصورت لڑکی ریشمی شلوار اور فراک میں ملبوس ایک جامہ زیب نوجوان کے ساتھ ناچ رہی تھی، فریدی اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ دونوں ان کے قریب ہو کر گذرے تو شہناز نے مسکرا کر حمید کو کچھ اشارہ کیا۔ حمید نے منہ پھیر لیا اور فریدی مسکرانے لگا۔

"آخر ہو نا سودیشی۔" فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "برخوردار اگر ان لغویات کا شوق ہے تو یہ سب بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ وہ تمہاری بیوی تو نہیں کہ تم اس پر جھنجلا رہے ہو اور پھر یہ تو مغربی تہذیب کا ایک اہم جزو ہے کوئی بھی عورت کسی مرد کے ساتھ ناچ سکتی ہے۔"

حمید اپنا نچلا ہونٹ چبا رہا تھا۔

"ناراضگی کی کوئی بات نہیں۔ اگلے راؤنڈ میں تم بھی ناچ لینا۔" فریدی نے کہا۔

"نہیں میں اب نہیں ناچوں گا۔"

"کیوں......؟"

"بس یونہی...... دل نہیں چاہتا۔ آیئے واپس چلیں۔" حمید نے بے دلی سے کہا۔

"پھر آئے کیوں تھے......عجیب آدمی ہو۔"

"یہاں ٹھہرنے کو دل نہیں چاہتا۔"

"بھئی میں تو ابھی نہیں جاسکتا۔" فریدی نے کہا اور سگار سلگا کر لمبے لمبے کش لینے لگا۔

"خیر پھر مجبوری ہے......!" حمید آہستہ سے بولا۔

"گھبراؤ نہیں......!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "مجھے تمہاری محبوبہ سے قطعی کوئی دلچسپی نہیں۔ میں تو اس آدمی میں دلچسپی لے رہا ہوں جو کیا نام ہے اس کا...... ہاں......شہناز کے ساتھ ناچ رہا ہے۔"

حمید فریدی کو حیرت سے دیکھنے لگا۔

"کیا تم نے اُسے پہلے کبھی دیکھا ہے۔" فریدی نے حمید سے پوچھا۔

"نہیں......!"

"اس کا نام رام سنگھ ہے اور یہ ایک خطرناک آدمی ہے۔ خود کو کسی ریاست کا شہزادہ مشہور کئے ہوئے ہے لیکن دراصل ایک خطرناک مجرم ہے۔" فریدی نے سگار کا کش لے کر کہا۔

"یہ سب آپ کیسے جانتے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"عجیب حمقانہ سوال ہے، ارے میں ان حضرت کو نہ جانوں گا، تو پھر کون جانے گا۔"

"میں عرصہ سے اس کی تاک میں ہوں۔ مجھے شبہ ہے کہ آج کل یہ لڑکیوں کا بیوپار کر رہا ہے۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ شہناز کون ہے، کیا کرتی ہے اور اس کا تعلق کس خاندان سے ہے۔"

"یہ تو مجھے پتہ نہیں کہ کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ وہ ماڈرن گرلز کالج میں لیکچرار ہے۔"

"تمہاری ملاقات اس سے کس طرح ہوئی۔"

"دو ماہ قبل جب میں دس دن کی چھٹیاں گذار کر گھر سے واپس آ رہا تھا تو یہ مجھے ٹرین میں ملی تھی، ہم دونوں کمپارٹمنٹ میں تنہا تھے۔ اس لئے ایک دوسرے سے شناسائی حاصل کرنے میں دقت نہ ہوئی۔ اس کے بعد سے اکثر ہم دونوں ایک دوسرے سے یہاں ملتے رہتے ہیں۔"

"کیا وہ یہ جانتی ہے کہ تمہارا تعلق محکمہ سراغ رسانی سے ہے۔"

"نہیں میرے بہت کم جاننے والے اس سے واقف ہیں۔"

"یہ اچھی عادت ہے۔"

دونوں خاموش ہو گئے۔ شہناز اور رام سنگھ ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے ناچ رہے تھے۔ شہناز ہنس ہنس کر اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔ وہ طرح طرح کے مضحکہ خیز منہ بنا کر ناچ رہا تھا۔

پہلا راؤنڈ ختم ہو گیا کچھ لوگ سائیڈ میں بیٹھ کر سستانے لگے اور کچھ بار کی طرف چلے گئے۔ رام سنگھ اور شہناز بھی ایک طرف بیٹھ کر سستا رہے تھے، شہناز بار بار مڑ کر حمید کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسے شاید خیال تھا کہ حمید اس کے پاس آئے گا لیکن جب اس نے دیکھا کہ حمید اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تو وہ خود اٹھ کر ان کی طرف بڑھی۔

"ہیلو حمید صاحب......آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ آیئے چل کر بیٹھیں، چلئے میں آپ کو کنور صاحب سے ملاؤں۔ ان سے ابھی اسی وقت ملاقات ہوئی ہے۔ بہت دلچسپ آدمی ہیں۔" شہناز نے کہا۔

"وہ شاید ہم لوگوں سے ملنا پسند نہ کریں۔" فریدی نے کہا۔

"واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے......!" شہناز نے حمید کو مخاطب کر کے فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کی تعریف......!"

"آپ ہیں میرے دوست احمد کمال اور آپ ہیں مس شہناز۔" حمید نے تعارف کرایا۔

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔" فریدی نے شہناز سے ہاتھ ملاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"مجھے بھی......!" شہناز نے اپنے خوبصورت دانتوں کی نمائش کی۔

اتنے میں دوسرا راؤنڈ شروع ہو گیا۔

"کیا میں آپ سے درخواست کر سکتا ہوں۔" فریدی نے شہناز سے کہا۔

"اوہ بڑی خوشی سے۔" شہناز نے داہنا ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

فریدی نے داہنا ہاتھ پکڑ کر بایاں ہاتھ اس کی کمر میں ڈال دیا اور ہلکے ہلکے ہلکو ہوا ناچنے والوں کی بھیڑ میں آ گیا۔

حمید کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ رام سنگھ اب کسی اور لڑکی کے ساتھ نا رہا تھا۔ فریدی ایک مشاق ناچنے والے کی طرح اپنے فن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ غالباً وہ شہنا بھی آہستہ آہستہ ہدائتیں دیتا جا رہا تھا۔

حمید کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا، وہ کئی بار اٹھا اور بیٹھا...... پھر بار کی طرف چلا گیا ایک بوتل لیمن پی اور رومال سے منہ پونچھتا ہوا واپس آ گیا۔ فریدی اور شہناز ناچتے ہوئے کے پاس سے گذر رہے تھے، فریدی نے شہناز کی نظریں بچا کر مسکراتے ہوئے حمید کو آنکھ اور حمید کو ایسا معلوم ہوا جیسے اس کے جسم پر سینکڑوں چیونٹیاں رینگنے لگی ہوں، اس نے ہون سکوڑ کر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ فریدی نے جھک کر شہناز کے کان میں کچھ کہا اور وہ حمید طرف دیکھ کر ہنسنے لگی۔ حمید کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا۔ قریب ہی میز پر ایک بوڑھی اور بدشکل اینگلو انڈین کے قریب آیا اور اس سے ناچنے کی درخواست کی، پہلے تو وہ یہ کر بھنائی کہ شاید حمید اس کا مذاق اڑا رہا ہے، لیکن پھر اس کی قدرے سنجیدگی دیکھ کر ہچکچاتی ہو کھڑی ہو گئی۔ حمید اس سے بغل گیر ہو کر ناچنے لگا۔ ہال میں بے شمار قہقہے گونجنے لگے۔

فریدی اور شہناز اس بُری طرح ھنس رہے تھے کہ انہیں قدم سنبھالنا دشوار ہو گیا تھا۔ ح اتنی سنجیدگی سے ناچ رہا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔ البتہ بڑھیا بُری طرح شرما رہی تھی۔ چند منٹ گذرنے کے بعد دونوں اس طرح گھل مل کر باتیں کر رہے تھے، جیسے برسوں کے سا ہوں۔

دوسرا راؤنڈ ختم ہو گیا۔

فریدی، حمید، شہناز اور اینگلو انڈین بڑھیا ایک میز کے گرد آ بیٹھے۔

''کمال صاحب...... واقعی آپ نے کمال ہی کر دیا۔'' شہناز بولی۔ ''حمید صاحب آپ کی ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے ایسے باکمال آدمی سے ملا دیا۔ مجھے آپ سے رقص

یں مدد ملے گی۔''

''ضرور...... ضرور......!'' حمید نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''ابھی آپ نے دیکھا ہی کیا ہے، یہ واقعی بڑے باکمال آدمی ہیں۔''

فریدی نے میز کے نیچے حمید کا پاؤں اپنے پاؤں سے دبا دیا۔

''آپ کا نام جاننا مانگتا۔'' بوڑھی اینگلو انڈین حمید سے مخاطب ہو کر بولی۔

''ہمارا نام......!'' حمید مسکرا کر بولا۔ ''ہمارا نام اُلو کا پٹھا ہے۔''

''ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔'' بڑھیا بے تحاشہ ہنستی ہوئی بولی۔

''اچھا ہدہد کا پٹھا سہی۔'' حمید نے کہا۔

''نہیں...... ٹھیک بولو۔''

حمید نے جھک کر آہستہ سے اس کے کان میں کچھ کہا۔

''تم پاگل ہے۔'' وہ کھسیانی ہنسی ہنستی ہوئی بولی اور شرما کر سر جھکا لیا۔

''معلوم ہوتا ہے کنور صاحب چلے گئے۔'' شہناز نے گردن اونچی کر کے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''یہ کنور صاحب کہاں رہتے ہیں۔'' فریدی نے پوچھا۔

''پتہ نہیں...... مجھ سے تو یہیں اسی وقت ملاقات ہوئی تھی، ویسے ہیں دلچسپ آدمی۔''

''صورت سے تو نرا ڈیوٹ جان پڑتا ہے۔'' حمید نے منہ بنا کر کہا۔

''نہیں واقعی بہت زندہ دل آدمی ہے۔'' شہناز بولی۔

''شہناز کا دوپٹہ بار بار شانوں سے ڈھلک رہا تھا۔ وہ ایک قبول صورت لڑکی تھی۔ عمر بائیس تیئس سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی، اس کے چہرے میں سب سے زیادہ حسین چیز اس کے ہونٹ تھے، اوپری ہونٹ نچلے کی مناسبت سے کافی پتلا تھا۔ نچلے ہونٹ کے درمیان کا دلآویز خم اس کی جنسی شدت پسندی کی غمازی کر رہا تھا۔ ہنستے وقت گالوں میں خفیف سے گڑھے پڑ جاتے تھے۔

حمید اس وقت اسے عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔ ایسی نظریں جن میں شکایت غصہ، ناپسندیدگی کی جھلکیاں دکھائی دے رہی تھیں۔

"حمید صاحب آپ اس قدر خاموش کیوں ہیں؟"

"میں دراصل اس لئے خاموش ہوں۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔ "کہ خاموش رہنے سے کھانا جلد ہضم ہوجاتا ہے۔"

"آپ انہیں کھانا ہضم کرنے دیجئے۔" فریدی نے شہناز کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"آیئے ایک راؤنڈ اور ہوجائے۔"

تیسرے راؤنڈ کے لئے موسیقی شروع ہوگئی تھی۔

فریدی اور شہناز بھی ناچنے والوں کی بھیڑ میں آگئے۔ حمید نے پھر اسی بڑھیا کے ساتھ ناچنا شروع کردیا۔

"آپ واقعی بہت اچھا ناچتے ہیں۔" شہناز نے آہستہ سے کہا۔

"اور آپ...... آپ کس سے کم ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"آپ کرتے کیا ہیں؟"

"بہت کچھ کرتا ہوں...... اور کچھ بھی نہیں کرتا۔"

"یعنی......!"

"مٹر گشتی۔" فریدی نے کہا اور پھر اچانک چونک کر بولا۔ "یہ کیا......؟"

"کیا بات ہے۔" شہناز نے اپنی بوجھل پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں بند ہوتی جارہی تھیں اور ان میں سرخ سرخ ڈورے نظر آنے لگے تھے۔

"ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کسی نے ریوالور چلایا ہو۔" فریدی نے ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ریوالور...... یہاں ریوالور کا کیا کام...... میں نے تو نہیں سنا۔"

"ساز بہت اونچے سروں میں بج رہے ہیں۔"

شہناز نے اپنا سارا بوجھ فریدی کے کاندھوں پر ڈال دیا۔ وہ ایک نشے میں ڈوبی ہوئی ناگن کی طرح لہریں لے رہی تھی۔ تیسرا راؤنڈ ختم ہونے میں ابھی کافی دیر تھی لیکن اچانک آرکسٹرا رک گیا۔ ناچنے والے حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

ہوٹل کا منیجر اوپر گیلری میں کھڑا چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

"خواتین و حضرات...... مجھے افسوس ہے کہ آج کا پروگرام اس سے آگے نہ بڑھ سکے گا۔"

"کیوں کس لئے۔" بہت سی غصیلی آوازیں بیک وقت سنائی دیں۔

"یہاں ایک آدمی نے ابھی ابھی خودکشی کرلی ہے۔"

ہال میں سناٹا چھا گیا۔ پھر بیک وقت مختلف قسم کی آوازوں کے ملنے سے ایک عجیب قسم کی بھنبھناہٹ سی گونجنے لگی۔ لوگ ایک ایک کرکے جانے لگے، حتیٰ کہ تھوڑی دیر بعد پورے ہال میں صرف آٹھ دس آدمی رہ گئے، اُن میں حمید، فریدی اور شہناز کے علاوہ ہوٹل کے ملازمین بھی شامل تھے۔

"تو ہم لوگ کس لئے رکے ہوئے ہیں۔" شہناز نے کہا۔

"بدتمیزی ضرور ہے......!" فریدی بولا۔ "لیکن شاید آپ کو تنہا واپس جانا پڑے، مجھے منیجر سے کچھ ضروری کام ہے۔ اس لئے مجھے اس کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔" شہناز بولی۔ "بھلا اس میں بدتمیزی کی کیا بات ہے، اچھا پھر کب مل رہے ہیں آپ...... یہ رہا میرا کارڈ......!"

فریدی نے اس کا کارڈ لے لیا جس پر پتہ لکھا ہوا تھا۔

شہناز چلی گئی۔

"واہ استاد...... آپ نے تو کمال ہی کردیا۔" حمید شکائتی لہجے میں بولا۔ "اگر اسی طرح اپنا ارادہ تبدیل کرنا تھا تو کسی اور پر نظر عنائت کی ہوتی۔"

"عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب۔" فریدی نے گنگنا کر کہا۔

''خدا خیر کرے۔''

''چھوڑو آؤ دیکھیں کیا معاملہ ہے۔'' فریدی نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

برآمدے میں کافی بھیڑ تھی۔ کمرہ نمبر تین کے دروازے پر دو کانسٹیبل کھڑے ہوئے تھے۔ فریدی اور حمید کو دیکھ کر دونوں سلام کرتے ہوئے ایک طرف ہٹ گئے۔

قتل یا خودکشی

حمید اور فریدی کی نظر جیسے ہی لاش پر پڑی وہ چونک گئے۔ کمرے کا منظر حد درجہ متاثر کن تھا۔ ایک آرام کرسی پر لاش اس طرح پڑی تھی جیسے مقتول بیٹھے بیٹھے ٹیک لگا کر کچھ دیر کے لئے اونگھ گیا ہو۔ اس کا داہنا ہاتھ جس میں پستول دبا ہوا تھا اس کی گود میں پڑا تھا۔ بایاں ہاتھ نیچے لٹک کر زمین پر ٹکا ہوا تھا۔ گردن بائیں طرف لڑھک گئی تھی۔ فریدی اور حمید نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

''یہ تو وہی ہے جو شہناز کے ساتھ ناچ رہا تھا۔'' حمید نے آہستہ سے فریدی کے کان میں کہا۔

فریدی نے اس کا ہاتھ دبا دیا۔ حمید خاموش ہوگیا۔

کمرے میں دو انسپکٹر اور ایک ہیڈ کانسٹیبل ہوٹل کے منیجر کا بیان لے رہے تھے۔

وہ تینوں اس طرح مشغول تھے کہ انہیں فریدی اور حمید کے آنے کی اطلاع نہ ہوئی۔ ہوٹل کا منیجر کہہ رہا تھا۔

''کنور صاحب تقریباً دو ماہ سے اس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں ان کے متعلق صرف اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ اُن کے احباب انہیں کنور صاحب کہہ کر مخاطب کرتے تھے اور بس میں یہ کیوں کر بتا سکتا ہوں کہ انہوں نے خودکشی کیوں کی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ وہ اس وقت

رقص میں بھی شامل تھا، دوسرے راؤنڈ تک انہیں وہاں دیکھا گیا ہے اور پھر یہ یہاں اپنے کمرے میں چلے آئے تھے۔''

''کیا یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ کس کے ساتھ ناچ رہے تھے۔'' ایک سب انسپکٹر نے پوچھا۔

''یہ شائد سوائے میرے اور کوئی نہ بتا سکے۔'' فریدی اچانک بول پڑا۔

سب لوگ بیک وقت پیچھے مڑ کر دیکھنے لگے۔

دونوں سب انسپکٹر گھبرا کر کھڑے ہوگئے۔

''آپ...... یہ تو بڑا اچھا ہوا انسپکٹر صاحب کہ آپ یہاں موجود ہیں۔'' ایک سب انسپکٹر نے فریدی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ یہ ایک نوجوان آدمی تھا، جو شاید حال ہی میں ٹریننگ لے کر آیا تھا۔ اس کے دوسرے ساتھی سب انسپکٹر نے جو کافی معمر تھا بُرا سا منہ بنایا لیکن جلد ہی اپنے اوپر قابو پانے میں کامیاب ہوگیا۔

''آیئے...... آیئے...... اب ہمیں زیادہ پریشان نہ ہونا پڑے گا۔'' دوسرا سب انسپکٹر بولا۔

''نہیں صاحب میں تو محض تماشائی کی حیثیت رکھتا ہوں۔'' فریدی نے کہا۔

''جب تک کوئی کام سرکاری طور پر مجھے نہ سونپا جائے میں اس میں ہاتھ نہیں لگاتا اور پھر خود آپ کس سے کم ہیں۔''

''ارے صاحب...... ہم کیا اور ہماری بساط کیا۔'' بوڑھا سب انسپکٹر بولا۔

''خیر یہ تو آپ کا انکسار ہے، کہئے خودکشی کی وجہ بھی معلوم ہوئی یا نہیں۔'' فریدی نے کہا۔

''ابھی تک تو کچھ بھی نہیں معلوم ہوسکا۔'' نوجوان سب انسپکٹر بولا۔

''اس کے متعلق بھی کچھ معلوم ہوا کہ یہ ہے کون۔''

''کسی ریاست کے کنور ہیں۔''

''کس ریاست کے؟''

سب انسپکٹروں نے ہوٹل کے منیجر کی طرف دیکھا۔

''یہ تو میں بھی نہیں بتا سکتا۔'' ہوٹل کے منیجر نے کہا۔

فریدی مسکرانے لگا۔

''بڑی عجیب بات ہے کہ جو شخص سوسائٹی میں اس قدر مقبول ہو، اس کے متعلق لوگ بھی نہ جان سکیں۔'' فریدی نے کہا۔

''یہی تو سوچنے کی بات ہے۔'' نوجوان سب انسپکٹر بولا۔

''بالکل اسی طرح جیسے آپ اپنے کو سپرنٹنڈنٹ پولیس ظاہر کریں اور یہ بتانے سے احتراز کریں کہ آپ کس شہر میں متعین ہیں۔'' فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔

''بالکل ٹھیک کہتے ہیں آپ۔'' نوجوان سب انسپکٹر بے اختیار بول اٹھا۔

''خیر ہوگا......!'' بوڑھے سب انسپکٹر نے کہا۔ ''اس سے کیا بحث ہمیں تو اس کی خود کی وجہ دریافت کرنی ہے۔''

''ہاں تو غالباً ابھی آپ نے یہ فرمایا تھا کہ آپ اس عورت سے واقف ہیں جس ساتھ یہ ناچ رہا تھا۔''

''میں جانتا ہوں مگر شاید وہ اس واقعہ پر کوئی روشنی نہ ڈال سکے کیونکہ نہ تو یہ کنور ہے اور یہ کیس خودکشی کا ہے۔'' فریدی نے کہا۔

بوڑھا سب انسپکٹر ہنسنے لگا۔

''تو گویا آپ میرے پچیس سالہ تجربے کو جھٹلا رہے ہیں۔'' سب انسپکٹر نے ہنس کر کہا۔

''جی ہاں...... یہ بات میں اپنے صرف چھ سالہ تجربے کی بناء پر کہہ رہا ہوں۔'' فریدی نے کہا۔

''اگر آپ کو یقین نہ ہو تو یہ دیکھئے۔''

فریدی نے مرنے والے کی گھنی مونچھیں اکھاڑ لیں...... کہیں کہیں ایک آدھ بال چپکے

گئے۔

''کہئے داروغہ جی اسے پہچانتے ہیں آپ......؟'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔

دونوں سب انسپکٹر حیرت سے منہ پھاڑے فریدی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دونوں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''تو آپ نہیں جانتے کیا؟ آپ نے مشہور بدمعاش رام سنگھ کی تصویر نہیں دیکھی جو ابھی حال ہی میں آئی ہے۔'' فریدی نے کہا۔

بوڑھے سب انسپکٹر نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا۔

''اب یہ بتائیے کہ اسے قتل کس طرح کہا جا سکتا ہے جب کہ اس کے ہاتھ میں پستول دبا ہوا ہے۔'' نوجوان سب انسپکٹر بولا۔

''اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔'' فریدی لاش پر جھکتے ہوئے بولا۔ ''ایک تو یہی کہ اگر اس نے خودکشی کی ہوتی تو اس کی لاش اتنے سلیقے سے آرام کرسی پر نہ رکھی ہوتی اور نہ پستول والا ہاتھ اتنے اطمینان سے اس کی گود میں ہوتا۔ دوسری وجہ یہ کہ پستول اس کے داہنے ہاتھ میں ہے اور گولی کا زخم بائیں کنپٹی میں۔ یہ تو وہی گھما کر ناک پکڑنے والی شکل ہوئی۔ اگر آپ کے داہنے ہاتھ میں پستول ہے تو آپ خودکشی کے لئے داہنی ہی کنپٹی کو نشانہ بنائیے گا۔ کیونکہ یہی سیدھا پڑتا ہے، اب تیسری وجہ سنئے ذرا اور قریب آ جائیے اب اس زخم کو دیکھئے اگر یہ کیس خودکشی کا ہوتا تو زخم کے ارد گرد کا حصہ بارود کے دھوئیں سے سیاہ ہو گیا ہوتا لیکن یہاں اس قسم کی کوئی چیز نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گولی کافی فاصلے سے چلائی گئی۔ رہی چوتھی وجہ تو وہ بالکل صاف ہے، ظاہر ہے کہ یہ ایک بہت زیادہ طاقت والا پستول ہے۔ اگر اس کی نالی کنپٹی پر رکھ کر گولی چلائی ہوتی تو وہ سر کے اندر نہ رہ جاتی۔ بلکہ دوسری طرف کی ہڈی بھی توڑ کر باہر نکل جاتی۔ اگر یہ چیز قانون کے خلاف نہ ہوتی تو میں ابھی آپ کو اس کا تجربہ کرا دیتا۔''

''وہ کس طرح......!'' بوڑھے سب انسپکٹر نے کہا۔

''اس کی کنپٹی پر دوسرا فائر کر کے۔'' فریدی بولا۔

بوڑھا سب انسپکٹر خاموش ہوگیا۔

"واقعی انسپکٹر صاحب جیسا آپ کا نام سنا تھا آپ کو ویسا ہی پایا۔ سچ کہتا ہوں اس طرف ہم لوگوں کا دھیان ہی نہیں گیا۔" نوجوان سب انسپکٹر بولا۔

"ایسا تو نہیں ہے میں بھی اس پر غور ہی کر رہا تھا۔" بوڑھے سب انسپکٹر نے کہا۔

حمید اب تک بالکل خاموش تھا۔ یہ سن کر اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا۔

"آپ سچ کہتے ہیں داروغہ جی۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "کل تک آپ قاتل کو بھی گرفتار کر لیں گے۔"

"جی ہاں...... کر کے دکھا دوں گا۔" بوڑھا سب انسپکٹر جوش میں آ کر بولا۔

"حمید یہ کیا بکواس ہے۔" فریدی نے اُسے گھور کر کہا۔ "داروغہ جی! آپ کچھ خیال نہ کیجئے گا۔ یہ یونہی بے موقع بے تکی بولتا رہتا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔" بوڑھا سب انسپکٹر بولا۔ "میں انکی کافی تعریف سن چکا ہوں۔"

"اور اسوقت آپ مجھ سے مل کر خوش بھی ہوئے ہوں گے۔" حمید نے بیساختہ کہا۔

بوڑھے سب انسپکٹر نے پھر بُرا سا منہ بنایا۔

"اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قاتل نے حملہ کس طرف سے کیا۔" نوجوان سب انسپکٹر بولا۔

"اس روشندان سے۔" فریدی نے بائیں جانب کی دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ غسل خانہ ہے۔" ہوٹل کا منیجر بولا۔

"ٹھہریئے...... یہ معاملہ بھی صاف ہوا جاتا ہے۔" فریدی نے غسل خانے کا دروازہ کھول کر اندر گھستے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مسکراتا ہوا غسل خانے سے نکل آیا۔

"رام سنگھ ناچ سے تھک کر لوٹا۔" فریدی نے کہنا شروع کیا۔ "غالباً قاتل پہلے ہی سے تیار تھا۔ اُسے اس طرف آتے دیکھ کر چپکے سے غسل خانے میں گھس گیا۔ رام سنگھ اس آرام

کرسی پر آ کر لیٹ گیا۔ قاتل نے نہایت اطمینان سے روشن دان سے اس کی بائیں کنپٹی کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ آرکسٹرا کی پُرشور آواز میں گولی کی آواز کی طرف کسی نے دھیان بھی نہ دیا۔ لیکن میں نے گولی کی آواز سنی تھی۔ گولی لگتے ہی مقتول اچھل کر ادھر آ گرا۔ یہ دیکھئے یہاں خون کا دھبہ ہے، جو دوسرے بڑے دھبے سے بالکل علیحدہ ہے۔ قاتل اس وقت غسل خانے کے اندر رہا ہوگا جب تک رام سنگھ ختم نہ ہو گیا ہوگا۔ مگر نہیں اس نے ایسا نہ کیا ہوگا۔ کیونکہ اسے یہ پستول بھی تو اس کے ہاتھ میں دینا رہا ہوگا اور یہ کام لاش کے ٹھنڈے ہونے پر جب کہ جسم اکڑ جاتا ہے نہیں ہوسکتا۔ اس میں کچھ جان باقی رہی ہوگی۔ تب ہی اس نے اس کو اٹھا کر پھر کرسی پر ڈال دیا ہوگا اور پستول اس کے ہاتھ میں دے کر اس وقت تک اسے اپنے ہاتھوں سے دبائے رہا ہوگا جب تک کہ لاش بالکل سرد نہ ہوگئی ہوگی۔"

"یہ سب آپ کس بناء پر کہہ رہے ہیں۔" بوڑھا انسپکٹر بولا۔

"میرے ساتھ آیئے میں بتاؤں۔ آپ بھی آیئے۔" فریدی نے نوجوان سب انسپکٹر کو بھی اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ تینوں غسل خانے میں چلے گئے۔ انکے پیچھے حمید بھی تھا۔

"بھلا بتایئے تو۔" فریدی نے غسل خانے میں داخل ہو کر کہا۔ "اس کرسی کا یہاں کیا تک ہے اور اس پر پیروں کے نشانات کیسے ہیں۔ خود رام سنگھ یا ہوٹل کا ملازم اتنا بدتمیز نہیں ہوسکتا کہ مخمل کے گدے کی کرسی پر کیچڑ بھرے ہوئے جوتوں سمیت کھڑا ہو کر اس کے نفیس گدے کو خراب کردے۔ اب ذرا اسی کرسی پر کھڑے ہو کر اس روشندان کو سونگھئے...... آیئے آیئے اور چڑھ آیئے۔ ہاں ذرا ناک تو لگایئے اس روشن دان سے۔ کہئے بارود کی بدبو آرہی ہے یا نہیں اور یہ دیکھئے دھوئیں کا نشان۔" فریدی خاموش ہوگیا۔ بوڑھے سب انسپکٹر کے منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، نوجوان سب انسپکٹر فریدی کو تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"آؤ بھئی حمید اب چلیں۔" فریدی نے حمید کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ پھر بوڑھے سب انسپکٹر کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ "داروغہ جی معاف کیجئے گا۔ میں نے خواہ مخواہ آپ کا وقت برباد کیا۔"

"ارے واہ صاحب۔" نوجوان سب انسپکٹر نے کہا۔ "اگر آپ نہ ہوتے تو ہم لوگ نہ جانے کہاں بھٹکتے پھرتے۔ ہمیں تو آپ کا شکر گذار ہونا چاہئے۔"

بوڑھا سب انسپکٹر بھی جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگا۔ فریدی چلتے چلتے رک گیا۔ وہ پھر لوٹ کر لاش کے قریب آیا۔ تھوڑی دیر تک مقتول کے اس ہاتھ کا جائزہ لیتا رہا جس میں پستول دبا ہوا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ سیٹی بجانے لگا۔

اب وہ جھک کر کرسی کے نیچے دیکھ رہا تھا۔ اس نے لاش کے نیچے دبا ہوا ایک سفید ریشمی رومال کھینچ لیا اور اُسے بغور دیکھنے لگا۔ دفعتاً اسکے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"یہ لیجئے...... یہاں ایک عورت بھی تھی۔"

"جی......!" بوڑھے سب انسپکٹر نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں...... یہ کسی عورت کا رومال ہے۔" فریدی نے کہا۔

"یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔" نوجوان سب انسپکٹر بولا۔

"نہایت آسانی سے...... یہ دھبے دیکھ رہے ہیں آپ۔" فریدی نے رومال پر پڑے ہوئے سرخ رنگ کے دھبے دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ ہونٹوں میں لگانے والی سرخی کے دھبے ہیں اور بالکل تازے ہیں۔"

"کمال کر دیا آپ نے۔" نوجوان سب انسپکٹر نے فریدی کو حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر اسکا یہ مطلب ہوا کہ یہی عورت قاتل بھی ہے۔" بوڑھا سب انسپکٹر بولا۔

"جی نہیں...... کیا آپ نے کرسی کے گدے پر پڑے ہوئے جوتوں کے نشانات کا بغور جائزہ نہیں لیا۔ اگر کسی عورت کے اتنے بڑے پیر ہو سکتے ہیں تو آپ ہی کا کہنا سچ ہوگا۔"

"تو پھر وہ قتل کی سازش میں شریک رہی ہوگی۔" بوڑھا سب انسپکٹر اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا۔

"اسکے متعلق بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔" فریدی نے بجھا ہوا سگار سلگاتے ہوئے کہا۔

اجنبی دوست

دوسرے دن صبح حمید اور فریدی ناشتہ کرنے کے بعد ڈرائنگ روم میں بیٹھے رات والے حادثے کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ ملازم نے ایک ملاقاتی کارڈ لا کر میز پر رکھ دیا۔

حمید نے کارڈ اٹھا کر پڑھا۔ "مس شہناز بیگم۔"

"ارے! یہ یہاں کیسے پہنچ گئی۔" فریدی نے حمید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ضرور تم نے اسے بتا دیا...... آخر خواہ مخواہ مجھ سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنے یا آپ کے متعلق اسے کبھی یہ نہیں بتایا کہ ہم محکمہ سراغ رسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"بھیج دو......!" فریدی نے ملازم سے کہا۔

ملازم چلا گیا۔ دوسرے ہی لمحہ میں شہناز کمرے کے اندر تھی۔ فریدی اور حمید کو دیکھ کر وہ چونک پڑی۔

"ارے...... آپ لوگ یہاں۔" اُس نے حیرت سے کہا۔

فریدی اور حمید مسکراتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

"معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ بھی میری ہی طرح پریشان کئے گئے ہیں۔" شہناز ایک کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "یہ بہت اچھا ہوا کہ آپ لوگ بھی یہاں موجود ہیں۔ اب میں اپنی بے گناہی کا ثبوت فریدی صاحب کو دے سکوں گی۔"

"آخر بات کیا ہے۔" حمید بولا۔

"پولیس والوں نے تنگ کر رکھا ہے۔ وہ میں کل کنور کے ساتھ ناچ رہی تھی نا۔ بس اسی

لئے وہ لوگ مجھ پر شبہ کر رہے ہیں۔ کل رات سے اسی پریشانی میں مبتلا ہوں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ میرے ایک دوست نے مجھے مشورہ دیا کہ میں فریدی صاحب سے مدد لوں۔"

"لیکن فریدی اس سلسلہ میں آپ کی کیا مدد کر سکے گا۔" فریدی نے کہا۔

"میں نے سنا ہے کہ وہ بے گناہوں کی مدد ضرور کرتے ہیں اور پھر خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ آپ لوگ بھی میرے ساتھ ہی تھے، میں اپنی بے گناہی اچھی طرح ثابت کر سکوں گی۔" شہناز بولی۔ "آپ کی گفتگو کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فریدی صاحب سے کافی بے تکلف ہیں۔"

"کیا کہنے ہیں آپ کی بے تکلفی کے۔" حمید ہنس کر بولا۔ "بس یہ سمجھئے کہ فریدی کی بیوی ان کی بیوی ہے۔"

"بیوی......!" شہناز چونک کر بولی۔ "میں نے سنا ہے کہ انہوں نے شادی ہی نہیں کی۔ میرے جس دوست نے ان کا پتہ بتایا تھا اُسی سے اُن کی بہتیری عجیب و غریب عادتوں کے متعلق بھی معلوم ہوا تھا۔"

فریدی مسکرانے لگا۔

"عجیب و غریب عادتوں سے آپ کا کیا مطلب ہے۔" حمید بولا۔

"یہی کہ وہ عام آدمیوں سے بالکل الگ تھلگ ہیں۔" شہناز نے کہا۔

"غالباً اس سے آپ کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ فریدی صاحب کے سر پر دو سینگ ہیں۔ ایک سونڈ ہے اور کان سرے سے ہیں ہی نہیں۔" حمید ہنس کر بولا۔

"تعجب ہے کہ آپ انہیں کے گھر میں بیٹھ کر اس طرح ان کا مضحکہ اڑا رہے ہیں۔" شہناز ترشروئی سے بولی اور فریدی مسکرانے لگا۔

"آپ فریدی سے کیا کہنا چاہتی ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"آخر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔" شہناز بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "میں نے تو آپ سے

ہرگز یہ نہیں پوچھا کہ آپ لوگ یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔"

حمید نے پھر قہقہہ لگایا۔

"میں آپ لوگوں کو اتنا بداخلاق نہیں سمجھتی تھی۔" شہناز بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"آپ لوگ نہیں سمجھ سکتے کہ میں کس قدر پریشان ہوں۔"

"آپ خواہ مخواہ پریشان ہیں، میں اس بات کی گواہی دوں گا کہ حادثے کے وقت آپ میرے ساتھ تھیں۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ کی گواہی کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ یوں تو دو چار جھوٹے گواہ بھی بنائے جا سکتے ہیں۔" شہناز نے بے بسی سے کہا۔

حمید پھر ہنسنے لگا۔ فریدی نے اسے گھور کر دیکھا۔

"اچھا چھوڑیئے ان باتوں کو...... کچھ چائے وغیرہ پیجئے۔" فریدی نے کہا اور نوکر کو بلا کر چائے لانے کے لئے کہا۔

"کیا فریدی صاحب آپ کے کوئی عزیز ہیں۔" شہناز متعجب ہو کر بولی۔ "آپ کی بے تکلفی سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"جی نہیں...... بلکہ میں خود فریدی ہوں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"ارے...... آپ......!" شہناز گھبرا کر کرسی سے اٹھتی ہوئی بولی۔

"ہاں...... ہاں...... آپ اٹھ کیوں گئیں...... بیٹھئے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"اور یہ سرجنٹ حمید ہیں...... میرے اسسٹنٹ اور بہترین دوست۔"

شہناز کبھی حمید کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی فریدی کی طرف۔

"معافی چاہتی ہوں...... ابھی ابھی میں آپ کے ساتھ بڑی گستاخی سے پیش آئی تھی اور اس کی وجہ محض لاعلمی ہے۔" شہناز شرمندگی کے لہجے میں بولی۔

"کوئی بات نہیں...... ہمارا پیشہ ہی ایسا ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"مجھے سخت شرمندگی ہے۔" شہناز بولی۔ "لیکن کل آپ نے اپنا کوئی اور نام بتایا تھا۔"

"میں نے غلط نہیں بتایا تھا۔ میرا پورا نام احمد کمال فریدی ہے لوگ صرف فریدی کے نام سے یاد کرتے ہیں اور حمید نے بھی اپنا نام غلط نہیں بتایا تھا۔"

"میں سمجھتی تھی کہ آپ بوڑھے نہیں تو ادھیڑ ضرور ہوں گے۔ مگر آپ تو......!" شہناز نے کہا۔

"آپ ٹھیک سمجھتی تھیں...... یہ اس وقت بھیس بدلے ہوئے ہیں۔" حمید جلدی سے بولا۔ فریدی ہنسنے لگا۔

"کیا واقعی......!" شہناز حیرت سے بولی۔

فریدی مسکرا کر حمید کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں میاں حمید مطمئن رہو تمہاری محبوبہ مجھے قطعی پسند نہیں آئی۔

اتنے میں چائے آ گئی۔ تینوں چائے پینے لگے۔

"میں کیا بتاؤں کہ اس وقت مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے، خدا نے اگر میرے اوپر مصیبت ڈالی تو اس سے بچاؤ کا انتظام بھی پہلے ہی کر دیا۔" شہناز چائے کی پیالی رکھتی ہوئی بولی۔

"آپ مطمئن رہئے...... آپ کو کوئی کچھ نہ کہے گا۔" حمید بولا۔

"ہاں...... ذرا یہ بتائیے...... لیکن ٹھیک بتائیے گا کہ رام سنگھ یعنی کنور صاحب کو کب سے جانتی ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"بخدا میں آپ سے سچ کہتی ہوں کہ کل شام کے علاوہ میں نے اُسے کبھی نہیں دیکھا۔"

"اُس سے آپ کا تعارف کس نے کرایا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"لیڈی سیتا رام نے۔" شہناز نے کہا۔ "لیڈی سیتا رام مجھے اچھی طرح جانتی ہیں۔ میں ان کی چھوٹی بہن کا ٹیوشن کرتی تھی، جب میں کل شام کو آرلکچو پہنچی تو یہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ لیڈی سیتا رام نے مجھے بھی اسی میز پر بلایا۔ وہیں اس سے تعارف ہوا۔ لیڈی سیتا رام کو تھوڑی دیر بعد اچانک کوئی کام یاد آ گیا اور جلد ہی واپس آ جانے کا وعدہ کر کے چلی گئیں۔ مجھے حمید صاحب کا انتظار کرنا تھا، کیونکہ انہوں نے مجھ سے آرلکچو میں ملنے کا وعدہ کیا تھا اس لئے میں

وہیں کنور صاحب کے پاس بیٹھی باتیں کرتی رہی پھر کچھ دیر بعد ناچ شروع ہو گیا۔ لیڈی سیتا رام اس وقت تک نہیں لوٹی تھیں۔ ہمارے حمید صاحب بھی ندارد تھے، میں سوچ رہی تھی کیا کروں کہ کنور صاحب نے ناچنے کی درخواست کی۔ دل تو نہیں چاہتا تھا مگر اخلاقاً ناچنا ہی پڑا۔"

"اچھا دوسرے راؤنڈ میں جو عورت اس کے ساتھ ناچ رہی تھی وہ کون تھی۔" فریدی نے کہا۔

"لیڈی سیتا رام...... وہ شاید پہلے ہی راؤنڈ کے درمیان واپس آ گئی تھیں۔" شہناز نے کہا۔

"اچھا تو وہی لیڈی سیتا رام تھی۔" فریدی نے کہا۔ "وہ تو بالکل جوان ہیں اور سیتا رام کی عمر ساٹھ سے کسی طرح کم نہ ہو گی۔"

"یہ اُن کی دوسری بیوی ہیں۔ ابھی تین سال ہوئے ان کی شادی ہوئی ہے۔"

"جس لڑکی کو آپ پڑھاتی ہیں اس کی کیا عمر ہے؟"

"زیادہ سے زیادہ پندرہ سال۔"

"کیا وہ بھی یہیں رہتی ہے۔"

"جی ہاں! لیڈی سیتا رام اُسے اپنے ساتھ رکھتی ہیں۔"

"سر سیتا رام اور لیڈی سیتا رام کے تعلقات کیسے ہیں، میرے خیال سے تو آپس میں بنتی نہ ہو گی۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔

"بظاہر تو ایسی کوئی بات نہیں معلوم ہوتی۔ تقریباً ایک سال تک میں اُن کے یہاں آتی جاتی رہی ہوں۔"

"اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ پولیس کو اس کی اطلاع کیسے ملی کہ آپ اُس کے ساتھ ناچ رہی تھیں۔ کیا آرلکچو میں کوئی اور بھی شناسا موجود تھا۔" فریدی نے کہا۔

"میرے خیال سے تو آپ دونوں اور لیڈی سیتا رام کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا یا ممکن

ہے کوئی رہا بھی ہو لیکن مجھے اس کی اطلاع نہیں۔"

"آپ نے پولیس کو بیان دیتے وقت یہ بتایا تھا یا نہیں کہ لیڈی سیتا رام عرصہ تک ہو کے ساتھ رہیں۔" فریدی نے کہا۔

"مقتول......!" شہناز چونک کر بولی۔ "تو کیا کنور صاحب کو قتل کیا گیا ہے؟ اخبارات میں تو ان کی خودکشی کی خبر شائع ہوئی ہے۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ "ہاں آپ نے میرے سوال جواب نہیں دیا۔"

"میں دراصل پولیس کو یہ بتانا بھول گئی کہ لیڈی سیتا رام بھی کنور صاحب کے سا تھیں۔" شہناز نے کہا۔ "میں ابھی اس کی اطلاع پولیس کو دے دوں گی۔"

"نہیں اب اسکی ضرورت نہیں۔ اب آپ پولیس کو کوئی اور بیان نہ دیجئے گا۔ میں ا کوتوالی جا کر سب معاملات ٹھیک کرلوں گا۔ آپ قطعی محفوظ ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔" شہناز نے کہا۔

"شکریہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔" حمید نے منہ بنا کر کہا۔ "یہ اپنے ہی آدمی ہیں۔"

"کیا کہا آدمی......!" فریدی نے بناوٹی غصہ سے کہا۔

"جی نہیں آفیسر......!" حمید نے سنجیدگی اور گھبراہٹ کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔ شہ ہنسنے لگی۔

شہناز غائب

شہناز کے چلے جانے کے بعد فریدی اور حمید دونوں کوتوالی کی طرف روانہ ہوگئے۔ ا کی کار تیزی سے شہر کی سڑکیں طے کر رہی تھی۔

"کیوں بھئی حمید......شہناز کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔" فریدی نے کہا۔

"یہ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں اور کس حیثیت سے۔" حمید بولا۔

"عاشق کی حیثیت سے نہیں پوچھ رہا ہوں بلکہ سرجنٹ حمید کی حیثیت سے پوچھ رہا ہوں۔"

"تو میرا جواب یہ ہے کہ میں اس کیلئے کسی حالت میں بھی سرجنٹ حمید نہیں ہوسکتا۔"

"اور اگر رام سنگھ کے قتل میں اسی کا ہاتھ ہو تو......!" فریدی نے کہا۔

"تب بھی میں صرف حمید رہوں گا۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"شاباش......اے مجنوں کے بھائی۔ خدا تم پر رحم کرے۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "اگر یہی بات ہے تو مجبوراً مجھے تم کو اس کیس سے الگ ہی رکھنا پڑے گا۔" فریدی نے کہا۔

"تو آپ کو یہ کیس ملا ہی کب جاتا ہے۔ کوئی ایسا خاص کیس نہیں۔ رام سنگھ ایک عادی مجرم اور قاتل تھا جب بھی پولیس کے ہتھے چڑھتا اُسے پھانسی ضرور ہوجاتی۔ میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں کچھ زیادہ چھان بین ہی نہ کی جائے گی۔ لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اخبارات میں خودکشی کا واقعہ کیوں شائع ہوا ہے۔ جب کہ آپ پورے دلائل کے ساتھ اُسے قتل ثابت کر چکے تھے۔"

"یہ سب اُسی بوڑھے سب انسپکٹر کی شرارت ہے وہ دراصل اپنی کارگزاری دکھا کر ترقی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ دو تین دن کے بعد وہ اپنے طریقہ پر اس بات کو پبلک کے سامنے لائے گا کہ مرنے والا کسی ریاست کا راج کمار نہیں بلکہ مشہور بدمعاش رام سنگھ تھا اور اس نے خودکشی نہیں کی بلکہ اسے قتل کیا گیا ہے۔ خیر مجھے کیا......اس طرح اس کا بھلا ہوتا ہے تو مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔"

"لیکن آپ نے جس وقت اپنے دلائل پیش کئے تھے وہاں ہوٹل کا منیجر بھی تو موجود تھا۔" حمید نے کہا۔

"تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ اس کا منہ نہایت آسانی سے بند کیا جاسکتا ہے، میرے خیال سے تو سب انسپکٹر کی صرف ایک ہی دھمکی کافی ہوئی ہوگی۔"

"خیر اگر ایسا ہے تو میں ان بوڑھے میاں سے سمجھ لوں گا۔" حمید نے ہونٹ سکوڑ ہوئے کہا۔

"اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔" فریدی نے آہستہ سے کہا اور کوتوالی کے پھاٹک م داخل ہونے کے لئے کار گھمائی۔

بوڑھا سب انسپکٹر سنہا کوتوالی میں موجود تھا اور وہ نوجوان سب انسپکٹر بھی جو واردات رات میں انسپکٹر سنہا کے ساتھ تھا۔

"فریدی صاحب آپ کی رات والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔" انسپکٹر جھینپ مٹاتے ہوئے کہا۔ "میں اسے خودکشی ہی سمجھتا ہوں۔"

"ممکن ہے آپ ہی کی رائے درست ہو...... مجھ سے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔" فریدی خوش اخلاقی سے جواب دیا۔

"نہیں...... خیر میں یہ تو نہیں کہہ سکتا۔" سنہا نے کہا۔

"لیکن آپ نے تحقیقات کے سلسلے میں غلط آدمی کو منتخب کیا ہے۔" فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔" سنہا بولا۔

"جس وقت یہ واردات ہوئی شہناز میرے ساتھ ناچ رہی تھی اور آخر تک میرے ہی ساتھ رہی، پہلے راؤنڈ میں وہ ضرور رام سنگھ کے ساتھ ناچی تھی لیکن کنور ہی سمجھ کر...... اس سے پہلے بھی اس نے اُسے دیکھا بھی نہ تھا۔"

"تب تو واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔" سنہا نے جواب دیا۔

"خیر کوئی بات نہیں وہ بیچاری بہت پریشان ہے۔" فریدی نے کہا۔ "ہاں یہ تو بتائیے کہ اس بات کا آپ کو کس طرح علم ہوا کہ شہناز رام سنگھ کے ساتھ ناچ رہی تھی اور اس کے ساتھ ناچنے والی دوسری عورت کون تھی۔"

"دوسری کے متعلق تو میں کچھ نہیں جانتا۔" سنہا نے جواب دیا۔ "اور بعض وجوہات کی

یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ شہناز کے متعلق اطلاع دینے والا کون ہے۔"

"خیر میں اس کے لئے آپ کو مجبور نہ کروں گا۔ میں تو اس وقت محض شہناز کی طرف سے صفائی پیش کرنے کے لئے آیا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"اس کی طرف سے آپ مطمئن رہیے۔" سنہا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اب معافی چاہتا ہوں ایک ضروری کام سے مجھے باہر جانا ہے۔"

"ضرور ضرور......!" فریدی نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

سنہا چلا گیا...... نوجوان سب انسپکٹر ابھی تک خاموش بیٹھا تھا۔ فریدی اس کی طرف مخاطب ہوا۔

"کہیے داروغہ جی...... کیا آپ ابھی حال ہی میں یہاں آئے ہیں۔"

"جی ہاں...... ٹریننگ لے کر آئے ہوئے ابھی صرف چھ ماہ ہوئے ہیں۔ ابھی تو کام ہی سیکھ رہا ہوں۔"

"آپ ترقی کریں گے۔ آپ کی بلند اور کشادہ پیشانی پکار پکار کر آپ کی ذہانت کا اعلان کر رہی ہے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن اس لائن میں ترقی کرنے کے لئے تھوڑی سی چالبازی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اب سنہا صاحب ہی کو لے لیجئے۔ کتنی ہوشیاری اور احتیاط سے کام لے رہے ہیں کہ ابھی تک اس بات کا بھی اعلان نہیں کیا کہ مقتول راج کمار نہیں بلکہ مشہور بدمعاش رام سنگھ ہے۔ اگر یہ اس کیس میں کامیاب ہو گئے تو ان کا سرکل انسپکٹر ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔"

"اگر آپ لوگوں کی عنایتیں ساتھ رہیں تو میرا ترقی کرنا مشکل نہ ہوگا۔" نوجوان سب انسپکٹر نہایت سعادت مندی سے بولا۔

"بھئی میرے لائق جو خدمت ہو اس کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ مجھے نہ جانے کیوں آپ سے کچھ انسیت سی ہو گئی ہے۔ لیجئے سگار پیجئے۔" فریدی نے سگار کا ڈبہ بڑھاتے ہوئے کہا۔ نوجوان سب انسپکٹر نے سلام کر کے ایک سگار لیا اور سلگا کر ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔

"نہ جانے کیوں میرا دل چاہ رہا ہے کہ اس کیس کی نجی طور پر تفتیش کروں اور کا... ہو جانے پر مشہور کردوں کہ اس کی کامیابی کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔"

نوجوان سب انسپکٹر کی باچھیں کھل گئیں اور اُسکے منہ سے صرف اتنا ہی نکل سکا۔

"ارے کیا......!"

"نہیں واقعی نہ جانے کیوں میں آپ کو ترقی کرتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں یہ جانتا ہوں کہ یہ کیس سنہا صاحب کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے محکمہ سراغ رسانی کے سپرد نہ کیا جائے گا، میرا دل بھی چاہتا ہے کہ اس کی تفتیش کروں، لہٰذا اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ نجی تفتیش کے بعد مجھے کسی نہ کسی کے سر اس کی کامیابی کا سہرا ضرور باندھنا پڑے گا۔ اس لئے میں یہ سوچتا ہوں کہ آپ ہی کیوں نہ ہوں۔"

"ارے صاحب اگر ایسا ہو تو کیا کہنا میں خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان تصور کروں گا۔" نوجوان انسپکٹر بولا۔

"لیکن اس کے لئے راز داری شرط ہے۔" فریدی نے کہا۔ "اور ابھی تک تو یہی پتہ نہیں چل سکا کہ شہناز کے متعلق کرنے والا کون ہے۔"

"آپ مطمئن رہئے میں کسی سے اس کا تذکرہ نہ کروں گا" نوجوان سب انسپکٹر نے کہا۔ "اور شہناز کے متعلق اطلاع دینے والی ایک عورت ہے۔"

"وہ کون عورت ہے......؟" فریدی نے جلدی سے پوچھا۔

"لیڈی سیتا رام......!" نوجوان سب انسپکٹر نے آہستہ سے کہا۔ "کل آپ کے چلے جانے کے بعد وہ ہمیں آرلیکچو میں ملی تھی۔"

"بہت خوب...... اچھا اس کا تذکرہ سنہا صاحب سے نہ کیجئے گا۔ میں اب چلوں گا۔" فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں آپ کا نام پوچھنا تو بھول ہی گیا۔"

"مجھے جگدیش کمار کہتے ہیں۔" سب انسپکٹر نے اٹھ کر ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"اچھا جگدیش صاحب...... گھبرایئے نہیں...... پولیس کے بڑے عہدے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" فریدی نے کہا اور حمید کو لے کر باہر چلا گیا۔

"کہو برخوردار کیسی رہی۔" فریدی نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بھئی آپ کو گھسنا بھی خوب آتا ہے۔" حمید ہنس کر بولا۔

فریدی ہنسنے لگا۔

"اب کہاں چل رہے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"سول سرجن کے یہاں۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں...... وہاں کیا کرنا ہے۔"

"رشوت دے کر اپنے لئے ایک ماہ کی چھٹی کے لئے میڈیکل سرٹیفکیٹ لوں گا۔" فریدی نے کہا۔

"یہ کیوں......!" حمید نے حیرت سے کہا۔

"میں کتوں کی نمائش دیکھنے باہر جا رہا ہوں، اپنے کچھ عمدہ قسم کے کتے بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن آپ تو نجی طور پر اس کیس کی تفتیش کرنے جا رہے تھے۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"میرے خیال سے تو اس کی کوئی ضرورت نہیں، اصلی مقصد تو شہناز کو بچانا تھا سو وہ پورا ہو گیا۔"

"تعجب ہے کہ آپ ایسا کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ کو اس پر یقین ہے کہ سنہا سچ مچ شہناز کا پیچھا چھوڑ دے گا۔ اگر ایسا تھا تو اس نے لیڈی سیتا رام کا نام کیوں چھپایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صفائی دے دینے کے بعد بھی شہناز پر شبہ کر رہا ہے۔"

"بھئی کچھ بھی ہو...... میرا جانا ضروری ہے۔ میں نمائش کے منتظم سے وعدہ کر چکا ہوں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ نمائش ختم ہوتے ہی فوراً واپس آجاؤں۔" فریدی نے کہا۔

"خیر صاحب جائیے...... آپ بھلا میرے لئے کیوں تکلیف کرنے لگے۔ جانتے ہیں کہ شہناز میری دوست ہے۔" حمید نے منہ پھلا کر کہا۔

"بس بگڑ گئے۔" فریدی نے کہا۔ "تم تو ہونرے گھامڑ...... آخر اتنی جلدی کون سی آفت آجائے گی۔ میرے جانے کے بعد سر سیتا رام کے گھر کی نگرانی کرتے رہنا۔ اچھا چلو شہناز کو بھی لگے ہاتھوں کچھ ہدائتیں دیتا چلوں۔"

"جی بس...... رہنے دیجئے۔ ہم لوگوں کی فکر نہ کیجئے۔ خدا آپ کے کتوں کو سلامت رکھے۔" حمید نے منہ بنا کر کہا۔

"آپ گدھے ہیں۔" فریدی نے کہہ کر کار شہناز کی طرف موڑ دی۔

شہناز بیلی روڈ پر ایک چھوٹے سے انگریزی وضع کے خوبصورت مکان میں رہتی تھی۔ اس وقت وہاں نہ جانے کیوں اچھی خاصی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ شہناز کی بوڑھی ملازمہ ہاتھ نچا نچا کر لوگوں سے باتیں کر رہی تھی۔

"کیا بات ہے۔" حمید نے کار سے اتر کر اس سے پوچھا۔

"ارے صاحب نہ جانے کیا ہو گیا۔" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"کیا ہو گیا۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"ابھی مس صاحب یہاں کھڑی تھیں۔ میں وہاں برآمدے میں دیکھ رہی تھی، اچانک ایک موٹر یہاں آ کر رکی۔ اُس پر سے دو آدمی اترے اور انہوں نے مس صاحبہ کو اٹھا کر موٹر میں ڈال دیا اور موٹر یہ جا وہ جا...... نہ جانے کہاں غائب ہو گئی۔ ہائے اب کیا ہو گا۔" ملازمہ روتی ہوئی بولی۔

"موٹر کدھر گئی۔" فریدی نے جلدی سے کہا۔ "اور کتنی دیر ہوئی، موٹر کا رنگ کیسا تھا۔"

"مشکل سے پندرہ بیس منٹ ہوئے ہوں گے۔" ملازمہ نے دکھن کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "موٹر اسطرف گئی ہے۔ موٹر کا رنگ کتھئی تھا۔ بالکل نئی معلوم ہوتی تھی۔"

"حمید جلدی کرو......!" فریدی نے کار میں بیٹھ کر اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

فریدی کی کار تیزی سے دکھن کی طرف جا رہی تھی۔

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔" فریدی نے کہا۔

حمید غصہ میں ہونٹ چبا رہا تھا۔ وہ دونوں گھنٹوں سڑکیں ناپتے پھرے لیکن کتھئی رنگ کی نئی کار کہیں نہ دکھائی دی۔

"صبر کرو میاں حمید، اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں۔" فریدی نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔

"نمک چھڑکئے زخموں پر......!" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"بس چہکنا بھول گئے۔ اب ہی تو آئے جناب چکر میں۔ اچھا اب سول سرجن کے یہاں چلنا چاہئے۔" فریدی نے کہا۔

"مجھے تو آپ یہیں اتار دیجئے۔ جب تک میں اس کار کو تلاش نہ کر لوں گا مجھے چین نہ آئے گا۔" حمید نے کہا۔

"احمق ہوئے ہو، اس شہر میں کتھئی رنگ کی درجنوں کاریں ہوں گی۔ کیا چیف انسپکٹر کی کار کتھئی رنگ کی نہیں۔ اس طرح بھی کہیں سراغ ملا کرتا ہے۔"

"پھر بتائیے میں کیا کروں۔" حمید نے بے بسی سے کہا۔

"مجھے فی الحال جانے دو اور خود سیتا رام کی کوٹھی کی نگرانی کرتے رہو مگر خبردار کوئی حماقت نہ ہونے پائے۔ واپسی پر مجھے مکمل رپورٹ دینا اور سیتا رام کی کوٹھی کے اندر جانیکی کوشش نہ کرنا۔"

یلو ڈنگو

سر سیتا رام شہر کے معزز آدمیوں میں سے تھے اور بے پناہ دولت کے مالک تھے۔ ان کی عمر پچپن یا ساٹھ کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ پچاس سال کی عمر میں ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا

وہ لاولد تھے۔ پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ بیوی کے مرنے کے کچھ دن بعد تک وہ یہ عہد کئے رہے کہ دوسری شادی کسی حال میں نہ کریں گے لیکن آخر کار ان کا دل ان کے ایک قرض خواہ کی جوان لڑکی پر آ ہی گیا اور انہوں نے اس کے ساتھ شادی کر لی، یہی لڑکی موجودہ لیڈی سیتارام تھی۔ اس کے ساتھ اس کی چھوٹی بہن کمودنی بھی رہ رہی تھی۔ سر سیتارام اُسے اعلیٰ تعلیم دلا رہے تھے۔ سر سیتارام کے ساتھ ان کا بھتیجا سریندر کمار بھی رہتا تھا، جو تین سال قبل انگلینڈ سے ایم۔اے کی ڈگری لے کر واپس آیا تھا۔ یہ ایک وجیہہ اور تندرست نوجوان تھا۔ سر سیتارام اسے بیٹوں کی طرح عزیز رکھتے تھے۔ عموماً دیکھا گیا ان کے پاس تقریباً ساٹھ ستر کتے رہے ہوں گے اور سب اپنی مثال آپ۔ دنیا کی کوئی مشہور نسل نہ رہی ہوگی جس کا ایک آدھ جوڑا ان کے پاس نہ ہو۔ شہر میں وہ کتوں کے اسپیشلسٹ سمجھے جاتے تھے۔ اس لائن میں ان کی تجربہ کاری کا یہ عالم تھا کہ محض کتوں کی آواز سن کر اس کی نسل کے بارے میں پورے پورے لکچر دے ڈالتے تھے۔

حمید نے ان ساری باتوں کا پتہ لگا لیا تھا اسے رہ رہ کر فریدی پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ اس کی پریشانیوں کی پرواہ کئے بغیر کتوں کی نمائش میں حصہ لینے کے لئے بمبئی چلا گیا لیکن وہ کر ہی کیا سکتا تھا۔ فریدی بہرحال اس کا آفیسر تھا۔ یہ اس کی شرافت اور نیک نفسی تھی کہ اس نے کبھی اسے اپنا ماتحت نہیں سمجھا۔ حمید دن میں کئی بار سر سیتارام کی کوٹھی کا چکر لگاتا لیکن بے سود۔ کسی قسم کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اُسے سب سے بڑی پریشانی شہناز کی وجہ سے تھی۔ ورنہ بھلا وہ کیوں خواہ مخواہ اپنا وقت برباد کرتا۔ معلوم نہیں وہ کہاں اور کس حال میں ہوگی۔

اس دوران میں فریدی کی طرف سے میدان صاف دیکھ کر انسپکٹر سنہا نے بھی نئے نئے گل کھلانے شروع کئے۔ ایک دن اخبارات میں خبر دیکھنے میں آئی کہ آرلکچو میں خودکشی کرنے والا کوئی راج کمار نہیں بلکہ مشہور عورت فروش رام سنگھ تھا۔ پھر دوسرے دن اخبار والے چیخ رہے تھے کہ رام سنگھ نے خودکشی نہیں کی تھی بلکہ اس کو کسی نے قتل کر دیا تھا اور ساری سراغ رسانی کا سہرا انسپکٹر سنہا کے سر باندھا جا رہا تھا۔ اخبارات دل کھول کر اس کی تعریفوں کے پل باندھ

رہے تھے۔ یہ سب دیکھ کر حمید کا خون کھولنے لگا وہ کوتوالی پہنچا...... اتفاقاً انسپکٹر سنہا سے جلد ہی مڈبھیڑ ہو گئی۔

"کہئے حمید صاحب مزاج تو اچھے ہیں۔" انسپکٹر سنہا نے مسکرا کر کہا۔

"جی ہاں کافی اچھے۔" حمید نے منہ بنا کر کہا۔ "ہمارے مزاج اچھے نہ ہوتے تو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔"

"آپ کچھ پریشان معلوم ہوتے ہیں۔" سنہا نے کہا۔ "بھئی کیا کروں مجبوراً شہناز کا وارنٹ گرفتاری جاری کرنا پڑا۔"

"وارنٹ گرفتاری......!" حمید چونک کر بولا۔ "کیا مطلب......؟"

"جی ہاں...... وہ بہت عیار عورت معلوم ہوتی ہے۔"

"کیا بکواس ہے......!" حمید نے جھلا کر کہا۔ "اسے تو کچھ لوگ زبردستی پکڑ لے گئے۔"

سنہا ہنسنے لگا۔

"ابھی آپ کی عمر ہی کیا ہے حمید میاں...... میں نے بال دھوپ میں سفید نہیں کئے۔" سنہا نے کہا۔

"کیا مطلب......؟" حمید نے کہا۔

"اچھا یہ بتائیے...... کیا آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ کچھ لوگ اُسے زبردستی پکڑ لے گئے۔"

"نہیں...... لیکن ہم لوگ ٹھیک اُس وقت پہنچے تھے جب اس کی نوکرانی مکان کے سامنے کھڑی شور مچا رہی تھی۔"

"تو پھر معاملہ صاف ہے۔" سنہا نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "شہناز نے بڑا عمدہ پلاٹ بنایا۔ ایک طرف اس نے آپ لوگوں سے اپنی صفائی دلوائی اور دوسری طرف اپنی بیگناہی کا اور زیادہ یقین دلانے کیلئے اس طرح غائب ہو گئی۔ بھئی بلا کی عیار عورت نکلی۔"

"تو اس طرح پھر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ میں اور فریدی صاحب بھی اس قتل میں شریک

ہیں کیونکہ وہ آخیر تک ہمارے ساتھ رہی تھی۔" حمید نے غصہ سے کہا۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ آپ کی گواہی غلط ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ اس نے آپ لوگوں کو بھی دھوکہ دیا ہو۔" سنہا نے کہا۔

"یہ قطعی ناممکن ہے۔"

"ہوسکتا ہے۔" سنہا نے آہستہ سے کہا اور اپنی میز پر رکھے ہوئے کاغذات الٹنے پلٹنے لگا۔ حمید غصہ میں اپنے ہونٹ چبا رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک یونہی بیٹھا رہا پھر خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ شام ہو رہی تھی، بازار میں کافی بھیڑ ہوگئی تھی۔ حمید بُری طرح الجھ رہا تھا۔ اُس وقت سنہا سے گفتگو کرنے کے بعد سے اس کا موڈ بہت زیادہ خراب ہوگیا تھا۔ دل بہلانے کے لئے وہ ایک ریستوران میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر تک بیٹھا چائے پیتا رہا لیکن وہاں بھی دل نہ لگا۔ ریستوران سے نکل کر وہ فٹ پاتھ پر کھڑا ہوگیا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے، دفعتاً اس نے ایک ٹیکسی رکوائی اور اس پر بیٹھ کر سر سیتا رام کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوگیا۔ کوٹھی سے ایک فرلانگ ادھر ہی اُس نے ٹیکسی رکوائی اور وہاں سے پیدل چلتا ہوا کتابوں کی ایک دوکان پر آیا۔ یہاں اس کے اور کوٹھی کے درمیان میں صرف سڑک حائل تھی، وہ بظاہر کاؤنٹر پر لگی ہوئی کتابیں الٹ پلٹ رہا تھا لیکن اس کی نگاہیں کوٹھی کے پائیں باغ کے پھاٹک کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد سر سیتا رام ایک کتھئی رنگ کے اسپنل کتے کی زنجیر تھامے کوٹھی سے برآمد ہوئے۔ یہ ان کی سیر کا وقت تھا۔ اُن کی عادت تھی کہ وہ روزانہ شام کو اپنے کسی چہیتے کتے کو ہمراہ لے کر ہوا خوری کے لئے پیدل لارنس گارڈن تک جایا کرتے تھے۔ حمید انہیں جاتا ہوا دیکھتا رہا۔ اُس نے جلدی سے ایک کتاب خریدی اور سر سیتا رام کے پیچھے چل پڑا۔ سر سیتا رام بڑھاپے کی سرحدوں میں ضرور قدم رکھ چکے تھے لیکن اس کے قویٰ ابھی تک کافی مضبوط معلوم ہوتے تھے، چہرہ ڈاڑھی اور مونچھوں سے قطعی آزاد تھا۔ بھرے ہوئے چہرے پر پتلے پتلے ہونٹ کچھ عجیب سے معلوم ہوتے تھے۔ کنپٹی اور آنکھوں کے درمیان بے شمار شکنیں تھیں، نچلا جبڑا چہرے کے اوپری حصے کی بہ نسبت زیادہ بھاری تھا۔ ان کی چال میں ایک عجیب

قسم کی شان پائی جاتی تھی، جس میں غرور کی آمیزش زیادہ تھی یا پھر ان میں یہ انداز پچیس سال تک فوجی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہو، ویسے وہ کافی خلیق اور ملنسار مشہور تھے۔

حمید انہیں کئی بار دیکھ چکا تھا۔ وہ انہیں ایک خطرناک آدمی سمجھنے لگا تھا۔ علم القیافہ کے ماہرین کی طرح وہ بھی اسی پر ایمان رکھتا تھا کہ بھاری جبڑوں کے لوگ عموماً ظالمانہ رجحانات کے مالک ہوتے ہیں، نہ جانے کیوں اس کا دل بار بار کہہ اٹھتا تھا کہ رام سنگھ والے معاملے میں ان حضرت کا ہاتھ ہے اور شہناز کو غائب کرادینے کے ذمہ دار بھی یہی ہیں۔

حمید برابر سر سیتا رام کا تعاقب کئے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ لارنس گارڈن پہنچ گئے۔ چند لمحے ٹہلتے رہنے کے بعد وہ ایک بنچ پر بیٹھ کر سستانے لگے۔ حمید بھی کچھ دور ہٹ کر ایک بنچ پر بیٹھ کر نئی خریدی ہوئی کتاب کے ورق الٹنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح سر سیتا رام سے جان پہچان پیدا کرے۔ اچانک غراہٹ کی آواز سنائی دی اور ایک پیلے رنگ کا خوفناک کتا مہندی کی باڑھ پھلانگتا ہوا سر سیتا رام کے کتے پر جھپٹ پڑا۔ اس نے ان کے کتے کو دو تین پٹخنیاں دیں اور اس کی گردن دبا کر بیٹھ گیا۔ سر سیتا رام کے کتے نے سہم کر آواز بھی نکالنی چھوڑ دی تھی۔ سر ستیا رام بنچ پر کھڑے ہو کر چیخ رہے تھے۔

"اے ہٹو......ہٹو......ڈنگو کے بچے۔" ایک آدمی مہندی کی باڑھ کی دوسری طرف سے کہتا ہوا کودا۔ اُس نے جھپٹ کر پیلے کتے کے پٹے پر ہاتھ ڈال دیا۔ اس کی گرفت سے آزاد ہوتے ہی سر سیتا رام کا کتا بھاگ کر بنچ کے نیچے دبک گیا۔ نووارد ایک عجیب الخلقت آدمی معلوم ہوتا تھا۔ دیکھنے میں وہ کافی مہذب معلوم ہوتا تھا۔ لیکن چہرے سے بلا کی عیاری اور مکاری ظاہر ہو رہی تھی۔ اُس کے سرخ و سپید چہرے پر گھرے سیاہ رنگ کی فرنچ کٹ ڈاڑھی بڑی عجیب لگ رہی تھی۔ لیکن اس میں بے ڈھنگا پن نہیں تھا۔ آنکھوں پر بغیر فریم کا سبک سا چشمہ تھا، مونچھیں باریک اور نوکیلی تھیں۔ جسم کی ساخت چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ وہ کڑی محنت کا عادی ہے۔ اس نے سیاہ رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ مجموعی حیثیت سے وہ کسی اونچی سوسائٹی کا فرد معلوم ہوتا تھا۔

"جناب والا مجھے ندامت ہے۔" اس نے بپھرے ہوئے پیلے کتے کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

"مگر...... مگر...... اتنا خوفناک کتا آپ اسے اس طرح آزاد کیوں چھوڑ دیتے ہیں۔"

سر سیتارام نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "آپ ایک بھاری جرم کر رہے ہیں۔"

"جرم!" اجنبی نے چونک کر کہا۔ "بھلا اس میں جرم کی کیا بات ہے۔"

"ایسے خطرناک کتے کو آزاد چھوڑ دینا جرم نہیں تو اور کیا ہے۔" سر سیتارام ترشی سے بولے۔ "یا پھر شاید آپ اس کی نسل سے ناواقف ہیں۔ یہ افریقی نسل کا بلیو ڈنگو ہے، بعض اوقات یہ شیر اور چیتے سے بھی ٹکر لے لیتا ہے، یہ آپ کو ملا کہاں سے اور یہاں کی آب و ہوا میں اب تک کیسے ہے۔"

اجنبی سر سیتارام کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اس کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔

"واہ رے میری قسمت......!" وہ تقریباً چیخ کر بولا۔ "سارے ملک میں آپ ہی مجھے کتوں کے معاملے میں اتنے تجربہ کار نظر آئے ہیں، مجھے آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے اور مجھے خود حیرت ہے کہ یہ کتا یہاں کی آب و ہوا میں کس کے پاس تھا اور یہاں زندہ کیسے رہا۔"

"کیا مطلب....؟" سر سیتارام نے چونک کر کہا۔ "تو کیا یہ کتا آپ کا نہیں ہے۔"

"جی نہیں! یہ بہت ہی عجیب و غریب طریقے سے مجھ تک پہنچا ہے۔" اجنبی نے اپنے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔

سر سیتارام توجہ اور دلچسپی کے ساتھ اجنبی کو دیکھ رہے تھے۔ حمید کا دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا۔ کیونکہ وہ اس کتے کو پہچانتا تھا۔

"تین چار دن کی بات ہے۔" اجنبی کہنے لگا۔ "میں شکار کھیل کر واپس آ رہا تھا میں نے ایک چلتی ہوئی ٹرین کے جانوروں کے ڈبے سے اس کتے کو کود کر باہر آتے دیکھا۔ ٹرین گذر گئی اور یہ بھاگتا ہوا میری طرف آ رہا تھا۔ میں نے کار روک دی اور اتر کر اسے پکڑ لیا۔ تب سے یہ

میرے پاس ہے۔"

"لیکن یہ اتنی جلدی آپ کے قابو میں کیسے آ گیا۔" سر سیتارام پلکیں جھپکاتے ہوئے بولے۔

"اوہ میرے لئے یہ کون سی بڑی بات ہے۔" اجنبی مسکرا کر بولا۔ "میں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ افریقہ کے جنگلوں میں گزارا ہے۔ میں اس ذات کے کتوں کی نس نس سے واقف ہوں۔" سر سیتارام جلدی سے بولے۔

اجنبی نے اپنے کتے کے گلے میں زنجیر ڈال کر اسے ایک بنچ کے پائے سے باندھ دیا اور سر سیتارام کے کتے کو گود میں اٹھا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"مجھے چھوٹی ذات کے اسپنیل بہت پسند ہیں۔" اجنبی بولا۔ "آپ بہت شوقین آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ کیا آپ کے پاس اور کتے بھی ہیں۔"

"جی ہاں......!" سر سیتارام مسکرا کر بولے۔ "تقریباً پانچ یا چھ درجن۔"

"پانچ چھ درجن۔" اجنبی چونک کر بولا۔ "تب تو آپ واقعی بالکل میرے ہم مذاق ہیں۔"

"تو کیا آپ بھی۔" سر سیتارام نے کہا۔

"جی ہاں......!" اجنبی نے جواب دیا۔

"آپ کی تعریف......!" سر سیتارام نے کہا۔

اجنبی نے اپنا ملاقاتی کارڈ جیب سے نکال کر سر سیتارام کے ہاتھ میں دے دیا۔ "کرنل جی پرکاش سی بی ای" سر ستیارام نے بلند آواز سے کارڈ پڑھا۔

"اور آپ......!" اجنبی نے کہا۔

"لوگ مجھے سر سیتارام کے نام سے پکارتے ہیں۔"

"سر سیتارام......!" اجنبی نے خوشی کے لہجے میں چیخ کر اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر...... بھلا پھر کیوں نہ ہو...... آپ سے زیادہ کتوں کے

بارے میں کون جان سکتا ہے۔ یہی تو میں کہوں...... میں نے آپ کی تعریف ایک انگریز دوست سے افریقہ میں سنی تھی، اس اچانک ملاقات سے مجھے کتنی خوشی ہوئی ہے۔ یہ میں نہیں بیان کرسکتا۔"

"آپ مجھے خواہ مخواہ شرمندہ کررہے ہیں، ارے آپ بھلا کس سے کم ہیں۔" سر سیتا رام نے منکسر المزاجی کے ساتھ کہا۔ "کیا اس وقت میں افریقہ کے مشہور کروڑ پتی سے ہم کلام نہیں ہوں۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے کہ یہاں بھی لوگ مجھے جانتے ہیں۔" اجنبی نے مسکرا کر کہا۔

"ایک بار میرا ارادہ ہوا تھا کہ افریقہ کی ایک ہیرے کی کان کا حصہ دار ہوجاؤں، اسی دوران میں مجھے آپ کا نام معلوم ہوا تھا، واقعی میں بہت خوش قسمت ہوں کہ آج آپ سے اس طرح ملاقات ہوگئی۔"

اب دونوں گفتگو کرتے ہوئے بنچ پر بیٹھ گئے تھے۔ حمید کی نظریں کتے پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے ان دونوں کی گفتگو صاف سنی تھی۔ یہ کرنل پرکاش اسے حد درجہ پراسرار معلوم ہورہا تھا۔ بظاہر وہ کتاب پڑھ رہا تھا لیکن کنکھیوں سے بار بار ان کی طرف دیکھتا جارہا تھا۔ دفعتاً ایک خیال اس کے دل میں پیدا ہوا، اسے آج ہی اطلاع ملی تھی کہ مقتول رام سنگھ کے کچھ ساتھی اس کے قاتل کی تلاش میں سرگرداں ہیں تو کیا یہ اجنبی انہی میں سے کوئی ایک ہے؟ مگر یہ اسے کیسے مل گیا کہیں اس کی آنکھیں اسے دھوکا تو نہیں دے رہی ہیں، مگر نہیں، وہ اسے ہزار میں پہچان سکتا ہے۔

حمید ادھر ان گتھیوں میں الجھ رہا تھا اور وہ دونوں نہایت انہماک اور گرم جوشی کے ساتھ گفتگو میں مشغول تھے، لیکن ان کی آواز اب زیادہ صاف نہیں سنائی دے رہی تھی، حمید پھر الجھن میں پڑ گیا، ان دونوں میں ابھی ابھی ملاقات ہوئی تھی اور اتنی جلدی یہ راز داری کیسی، یہ سرگوشیاں کیسی...... ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے دونوں برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔

تھوڑی دیر تک دونوں آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"اچھا کرنل صاحب اب چلنا چاہئے۔ واقعی آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔" سر سیتا رام نے کرنل پرکاش سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کل آپ آرہے ہیں نا......!"

"ضرور ضرور، میرے لئے یہ خوش نصیبی کم نہیں کہ خلاف توقع یہاں اتنی اچھی سوسائٹی مل گئی۔" کرنل پرکاش نے ہنستے ہوئے کہا۔

دونوں اٹھ کر باغ کے باہر آئے۔

حمید اب سیتا رام کے بجائے کرنل پرکاش کا تعاقب کررہا تھا۔

"اسے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ کرنل پرکاش آرلکچو ہوٹل کے انہیں کمروں میں ٹھہرا ہوا ہے جن میں مقتول رام سنگھ ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کا شبہ یقین کی سرحدیں چھونے لگا۔ ضرور یہ شخص رام سنگھ ہی کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے اسے رہ رہ کر فریدی پر غصہ آرہا تھا کہ ایسے وقت میں اسے تنہا چھوڑ کر خود سیر سپاٹے کرتا پھر رہا ہے۔ شہناز کی گمشدگی کا خیال اُسے بُری طرح بے چین کئے ہوئے تھا۔ یہ تو وہ کسی طرح سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ رام سنگھ کے قتل کی سازش میں وہ بھی شریک رہی ہے، اُسے پورا پورا یقین تھا کہ وہ محض اسی لئے غائب کی گئی ہے کہ پولیس اسی کو مجرم تصور کرکے قاتل کی تلاش چھوڑ دے۔

دوسری الجھن

واپسی پر حمید کو فریدی کا خط ملا۔ اُس نے لکھا تھا۔

"ڈیئر حمید

کیا بتاؤں کس مصیبت میں پھنس گیا۔ یہاں آتے ہی ملیریا میں مبتلا ہونا پڑا۔ ابھی تک ہے، فی الحال سفر کے لائق نہیں۔ دوسرا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ میرا افریقی نسل کا

یلو ڈنگو راستے میں کہیں ٹرین سے لاپتہ ہوگیا۔ یہاں آنے کا اصل مقصد یہی تھا کہ اُ میں شریک کروں۔ سخت پریشانی ہے۔ اسے تلاش کرانے کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار ہے، تم بھی خیال رکھنا۔ شہناز کا سراغ ملا یا نہیں، مجھے اس کا خیال ہے، لیکن کیا کروں مجبور ہوں۔ اب معلوم ہوا کہ میں نے یہاں آکر بھاری غلطی کی..... فریدی۔"

حمید نے خط پڑھ کر بیزاری سے ایک طرف ڈال دیا۔ یلو ڈنگو کا معاملہ اب بالکل ہو چکا تھا۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ کرنل پرکاش ہے کون۔ اتنی مکاری اور عیاری اُ آج تک کسی کے چہرے پر نہ دیکھی تھی، جتنی کہ اس کرنل پرکاش کے چہرے پر نظر آتی تھی وہ شرارت آمیز مسکراہٹ کتنی خطرناک تھی۔ اس کی مسکراہٹ اور اس بلی کی آنکھوں کی چمک میں جس نے کوئی تازہ شکار پکڑا ہو، کوئی مشترک سی چیز محسوس ہوتی تھی اور وہ چیز خ پیاس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ سوچتے سوچتے وہ اٹھ کر فریدی کی لائبریری میں آیا۔ چ طرف الماریاں ہی الماریاں کتابوں سے بھری نظر آ رہی تھیں۔ وہ ایک الماری کے قریب رک گیا۔ کچھ دیر تک کتابوں کا جائزہ لیتا رہا پھر ایک کتاب نکالی جس کا نام "جنوبی افریقہ کامیاب ہندوستانی" تھا کئی صفحات الٹنے کے بعد مطلب کی چیز مل گئی، وہ پڑھنے لگا۔

"کرنل جی پرکاش، سی بی ای۔ جنوبی افریقہ کا کروڑ پتی ..... متعدد ہیروں کی کانو حصہ دار ۱۹۱۰ء میں پراسرار طریقہ پر اپنی تجارت کو فروغ دینے لگا۔ نڈر اور بے باک ہے۔ کئی بار چیتوں کے شکار میں بُری طرح زخمی ہو چکا ہے۔ درندوں کے شکار کا شوق جنو حد رکھتا ہے۔ بہتیرے خونخوار قسم کے کتے پال رکھے ہیں۔ کتوں کے متعلق معلومات میں رکھتا ہے۔ گرمیوں کا موسم عموماً سوئٹزر لینڈ میں گزارتا ہے۔ زمانہ جنگ کی خدمات سے ہوکر سرکار انگلشیہ نے سی۔ بی۔ ای کے خطاب سے نوازا۔"

حمید نے معنی خیز انداز میں اپنا سر ہلا دیا اور صفحہ الٹ دیا۔ دوسرے صفحہ پر کرنل پر تصویر تھی۔ تصویر کا چہرہ بھی عیارانہ تاثرات سے عاری نظر نہیں آتا تھا۔ بہرحال حمید کا بھی غلط ثابت ہوا کہ کرنل پرکاش رام سنگھ کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر بھی فریدی

ہاں کتا یلو ڈنگو اس کی الجھن کا باعث بنا ہوا تھا۔ آخر وہ اس سے اتنی جلدی مانوس کیسے ہوگیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ اسے اس سے حاصل کس طرح کیا جائے، لیکن جلد ہی اس نے اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال پھینکا۔ جب فریدی نے شہناز کی زیادہ پرواہ نہ کی تو پھر وہ اس ذلیل کتے کی پرواہ کیوں کرے، اس کی قیمت شہناز سے زیادہ نہیں۔

حمید ان خیالات میں الجھا ہی ہوا تھا کہ نوکر نے انسپکٹر سنہا کی آمد کی اطلاع دی۔ وہ سخت متحیر ہوا۔ آخر ان حضرت نے آنے کی زحمت کیوں گوارا کی۔ وہ لائبریری سے ڈرائنگ روم میں آیا۔ انسپکٹر سنہا اس کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا، اسے دیکھ کر کھڑا ہوگیا۔

"تشریف رکھئے.....!" حمید نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "فرمایئے میرے لائق کوئی خدمت.....!"

"بھئی دراصل میں آپ کی غلط فہمی دور کرنے آیا ہوں، اس وقت آپ ناراض ہو کر چلے آئے تھے اور میں بھی ایک اشد ضروری کام میں مشغول تھا۔ اس لئے آپ کو مطمئن نہ کر سکا۔"

"مطمئن تو آپ مجھے زندگی بھر نہیں کر سکتے جبکہ میں شہناز کی بے گناہی سے اچھی طرح واقف ہوں۔" حمید نے انسپکٹر سنہا کی طرف سگار کا ڈبہ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"فریدی صاحب کہاں تشریف رکھتے ہیں۔"

"ایک ماہ کی چھٹی پر ہیں۔" حمید نے جواب دیا۔

"کیا کہیں باہر گئے ہوئے ہیں؟"

"جی ہاں..... کتوں کی عالمی نمائش دیکھنے گئے ہیں، وہاں بیمار ہوگئے ہیں۔"

"اس کے باوجود بھی آپ شہناز کی بے گناہی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔" انسپکٹر سنہا نے کہا۔

"کیوں..... اس سے کیا۔"

"تعجب ہے کہ آپ اتنا بھی نہیں سمجھتے۔" سنہا نے ہنس کر کہا۔ "اگر فریدی صاحب شہناز کو بے گناہ سمجھتے ہوتے تو اس طرح معاملے کو کھٹائی میں ڈال کر تفریح کرنے نہ چلے جاتے۔"

"یہ تو اپنی اپنی طبیعت کی بات ہے.....اب اسے کیا کہا جائے کہ انہیں آدمیوں سے زیادہ کتے پسند ہیں۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"یہ بات نہیں حمید صاحب، میں فریدی صاحب کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اگر انہیں شہناز کی بے گناہی کا یقین آجاتا تو وہ سر دھڑ کی بازی لگا دیتے۔"

"مجھ سے زیادہ آپ انہیں نہیں جانتے۔" حمید نے کہا۔

"اب ہٹ دھرمی کو کیا کہا جائے۔" انسپکٹر سنہا نے سگار کا کش لے کر کہا، بہر حال مجھے اس سے بحث نہیں، میں اُسے مجرم سمجھتا ہوں، اسلئے میں اسی کے مطابق کام کر رہا ہوں، اور جو کچھ آپ سمجھتے ہیں اس کیلئے آپ کوشش کرتے رہئے۔ فیصلہ وقت کرے گا۔"

"آخر اُسے مجرم سمجھنے کی کوئی وجہ بھی تو ہو۔" حمید نے کہا۔ "اس کے لئے محض شہناز کا غائب ہو جانا ہی کافی نہیں۔ جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں، ممکن ہے کہ مجرموں نے پولیس کو غلط راستے پر لگانے کے لئے اسے غائب کر دیا ہو۔"

"میں اس وقت آپ کو یہی بتانے کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ میں اتنا بیوقوف نہیں۔ اس کے لئے میرے پاس بہت ہی پختہ قسم کے ثبوت ہیں، اتنا میں بھی سمجھتا ہوں کہ مجرم اس قسم کی چال چل سکتے ہیں۔"

"خیر صاحب.....وہ ثبوت بھی دیکھ لیتا ہوں۔"

"نہیں آپ مذاق نہ سمجھئے.....میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔" انسپکٹر سنہا نے جیب سے ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالتے ہوئے کہا۔ "اسے دیکھئے۔"

حمید نے کاغذ لے کر پڑھنا شروع کیا۔

"تم نے جس ہوشیاری سے اپنا کام انجام دیا ہے اس کی داد نہیں دی جاسکتی۔ تم آج سے باقاعدہ گروہ میں شامل کر لی گئیں۔ لیکن اب بہت زیادہ ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ پولیس کو تم پر شک ہو گیا ہے لہٰذا کچھ دنوں کے لئے یہاں سے ہٹ جاؤ۔ بی ون اور بی ٹو آج ایک بجے دن کتھئی رنگ کی کار پر تمہارے مکان کے سامنے سے گزریں گے، تم انہیں سڑک پر ملنا۔

یہ کام وہ دونوں خود کرلیں گے، بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔"

پڑھتے پڑھتے حمید کی پیشانی پر پسینہ پھوٹ پڑا۔ اس کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ جس کی دھمک اسے اپنے سر میں محسوس ہو رہی تھی۔ ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ اس نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کاغذ سنہا کو واپس کر دیا۔

"بھئی یہ ثبوت بھی کچھ ایسا مستحکم نہیں معلوم ہوتا۔" حمید نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی ممکن ہے کہ ایک طرف مجرموں نے اُسے غائب کر دیا ہو اور دوسری طرف پولیس کا شبہ اور زیادہ مضبوط کرنے کے لئے یہ خط بھی لکھ دیا، لیکن آپ کو یہ خط کہاں سے ملا۔"

"یہ خط شہناز کے گھر کی تلاشی لیتے وقت اس کی لکھنے کی میز کے نیچے پڑا ملا تھا۔" سنہا نے کہا۔ "اور رہ گئی امکانات کی بات تو یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ میں ہی اصل مجرم ہوں یا فریدی صاحب محض اصل مجرم ہونے کی وجہ سے باہر چلے گئے ہوں یا پھر آپ.....امکانات کے تحت تو سب ہی کچھ ہو سکتا ہے۔"

"خیر.....خیر.....!" حمید نے اکتا کر کہا۔ "ان سب باتوں سے کیا حاصل۔ اصل بات تو ایک نہ ایک دن سامنے آ ہی جائے گی، بہر حال میں اپنے مشاہدات کی بناء پر شہناز کو بے گناہ سمجھنے پر مجبور ہوں۔"

"آپ اس کے لئے قطعی آزاد ہیں۔" انسپکٹر سنہا ہنس کر بولا۔ "خیالات پر تو پابندی لگائی نہیں جاسکتی۔"

تھوڑی دیر کے بعد سنہا اٹھ کر چلا گیا۔ حمید ابھی تک خود کو مطمئن ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن سنہا کے جاتے ہی سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ تو کیا واقعی شہناز مجرم ہے.....مگر نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتی۔ اُسے بہر حال اپنے اور اپنے خاندان کی عزت کا بہت خیال تھا۔ مجرم دور سے پہچانے جاسکتے ہیں۔ لیکن شہناز کو قریب سے دیکھ کر بھی کبھی اُس کے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوا تھا کہ شہناز جرم بھی کر سکتی ہے اور پھر ایسا بھیانک اور دل لرزا دینے والا جرم۔ اس کی فطرت

ئیں نسائیت کا رچاؤ...... اسے کسی ایسے بھیانک کام کی طرف بھی نہیں لے جا سکتا۔ پھر آخر بات کیا ہے۔ یہ سب آخر کیسے ہوا اور پھر یہ خط۔ سوچتے سوچتے حمید کا سر چکرانے لگا اور وہ صوفے کی پشت پر سر ٹیک کر نڈھال سا ہو گیا۔

پُراسرار عورت

حمید کا دل بُری طرح الجھ رہا تھا۔ کبھی وہ سچ مچ شہناز پر شک کرنے لگتا اور کبھی یہ شک محبت کی لہر اپنے ساتھ بہا لے جاتی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر واقعی وہ خط شہناز کو ملا ہوتا تو وہ اسے اتنی بے احتیاطی سے میز کے نیچے نہ ڈال دیتی اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ پولیس کا شبہ رفع کرنے کے لئے روپوش ہو گئی۔ ایسی صورت میں تو اسے یہیں موجود رہنا چاہئے تھا تا کہ پولیس کے شکوک رفع ہو جائیں۔ مگر نہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کے لوگوں نے اُسے محض اس لئے غائب کر دیا ہے کہ کہیں پولیس اس پر جبر کر کے سارا راز اگلوا نہ لے، مگر ایسی صورت میں بھی شہناز وہ خط پڑھنے کے بعد ضرور جلا دیتی۔ پھر آخر کیا بات ہے۔ وہ اکتا کر فریدی کے خط کا جواب لکھنے بیٹھ گیا۔ مگر لکھے کیا۔ فریدی کی طرف سے ایک طرح کی نفرت اس کے دل میں پیدا ہو گئی تھی۔ کچھ نہ کچھ تو لکھنا ہی تھا کیونکہ بہر حال وہ اس کا ماتحت ٹھہرا۔ اس نے یونہی ایک رسمی سا خط لکھنا شروع کر دیا لیکن یلو ڈنگو کا تذکرہ سوا اس کے کچھ اور نہ لکھا کہ اس کے کھو جانے پر اُسے افسوس ہے۔ شہناز کے متعلق بھی یہ لکھ دیا کہ وہ ابھی تک نہیں مل سکی۔ اس درمیان میں اس نے کیا کیا، اس کے متعلق اس نے کچھ لکھنا قطعی بیکار سمجھا۔ اس نے مکمل ارادہ کر لیا کہ اس مہم کو وہ اکیلے ہی سر کرنے کی کوشش کرے گا اور فریدی کو یہ دکھا دے گا کہ وہ نرا بدھو ہی نہیں ہے۔ آخر اسے بھی تو ترقی کرنی ہی ہے۔ کب تک فریدی کا سہارا لیتا رہے گا۔ اس طرح تو شاید اسے زندگی بھر ترقی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہو۔ رہ گیا فریدی تو وہ اچھا خاصا جھکی ہے۔ کتنی

ریف انسپکٹری ملی۔ ٹھکرا دیا۔ نہ جانے کس قماش کا آدمی ہے۔ اس کی بات ہی سمجھ میں نہیں آتی۔ کبھی یہ حال ہوتا ہے چاہے کوئی واسطہ ہو یا نہ ہو خواہ مخواہ ہر معاملے میں ٹانگ اڑائی جاتی ہے اور جب کوئی خاص موقع آتا ہے تو اتنی صفائی سے الگ ہو جاتا ہے جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ بد کے اور اس کے تعلقات برادرانہ تھے لیکن پھر بھی اس نے اس کی پرواہ نہیں کی اور یہاں سے چلا گیا۔ اگر شہناز سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوتا تو شاید آپ اپنی جان تک کی بازی لگا دیتے۔ حمید جتنا سوچتا جا رہا تھا اس کی طبیعت کی اکتاہٹ بڑھتی ہی گئی۔ دیوار پر لگی ہوئی گھڑی ٹھ بجا رہی تھی۔ اس نے سوچا کیوں نہ آرلکچو ہی میں چل کر دل بہلایا جائے اور اس طرح ابد کرنل پرکاش کے متعلق بھی کچھ معلوم ہو سکے۔ مگر اس کے متعلق کچھ معلوم کرنے کی ضرورت ما کیا ہے کیونکہ وہ تو قطعی غیر متعلق آدمی ہے۔ صورت سے خطرناک ضرور معلوم ہوتا ہے لیکن س واقعہ سے اس کا کیا تعلق ہے۔ اس کے پیچھے پڑنا خواہ مخواہ وقت برباد کرنا ہے۔

اس نے کپڑے پہنے، پہلے سوچا کہ فریدی کی کار نکال لے لیکن پھر کچھ سوچ کر پیدل ہی ل پڑا۔ آگے چل کر ایک ٹیکسی کی اور آرلکچو کی طرف روانہ ہو گیا۔

رقص گاہ میں کافی رونق تھی۔ ابھی ناچ شروع نہیں ہوا تھا۔ لوگ ادھر اُدھر بیٹھے کچھ کھا پی ہے تھے۔ شراب کے کاؤنٹر پر اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ حمید نے چھچھلتی سی نظر پورے مجمع پر ڈالی۔ ک میز پر کرنل پرکاش بیٹھا کچھ پی رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ کوئی اخبار بھی دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ س میز پر تنہا ہی تھا۔ باقی تین کرسیاں خالی تھیں۔ اسی کے قریب ایک اور میز خالی تھا۔ حمید نے ہ جانے کیوں اپنے لئے وہی جگہ منتخب کی۔

کرنل پرکاش اپنے گرد و پیش سے بے خبر پڑھنے میں مشغول تھا۔ اس وقت حمید کو اُسے ہت ہی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ وہ اُسے پہلے سے زیادہ خطرناک معلوم ہو رہا تھا۔

حمید ادھر اُدھر بیٹھی ہوئی عورتوں کو عمداً اس طرح گھورنے لگا جیسے وہ ایک بہت اوباش قسم کا آدمی ہو۔ دفعتاً اس نے یونہی پیچھے مڑ کر دیکھا لیڈی سیتا رام ہال میں داخل ہو رہی تھی۔ وہ چپکے سے کرنل پرکاش کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ کرنل پرکاش بدستور پڑھنے میں مشغول رہا۔ لیڈی

سیتارام ستائیس اٹھائیس سال کی ایک قبول صورت عورت تھی۔ اس کے ہونٹ بہت زیادہ پڑے تھے، جن پر بہت شوخ رنگ کی لپ اسٹک لگائی گئی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس نے اپنے ہونٹ بھینچ رکھے ہوں پیشانی پر پڑی ہوئی سلوٹیں بدنما نہیں معلوم ہوتی تھیں۔ وہ چند لمحے اسی طرح کرنل پرکاش کے پیچھے کھڑی رہی پھر آہستہ سے کچھ کہا اور واپس جانے کے لئے مڑ گئی کرنل پرکاش چونک کر پیچھے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر شرارت آمیز مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ لیڈی سیتارام اوپر گیلری میں جانے کے لئے زینے پر چڑھ رہی تھی۔ اس کے جانے کے تین چار منٹ بعد کرنل پرکاش بھی اٹھا۔ اب وہ بھی اسی زینے پر چڑھ رہا تھا۔ حمید حیرت سے پلکیں جھپکانے لگا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں قطعی نہ آئی کہ لیڈی سیتارام کرنل پرکاش سے اس قسم کی واقفیت کیسے رکھتی ہے، جب کہ خود سیتارام اس کے لئے قطعی اجنبی تھے، اور ان دونوں کی پہلی ملاقات لارنس باغ میں خود اسی کے سامنے ہوئی تھی۔

آخر یہ ماجرا کیا ہے، حمید تھوڑی دیر تک سوچتا رہا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ وہ اٹھا لاپرواہی سے ٹہلتا ہوا خود بھی اسی زینے پر چڑھنے لگا۔ گیلری خالی پڑی تھی۔ اس نے بالکنی میں جھانک کر دیکھا۔ وہ دونوں جنگلے پر جھکے کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے، انہیں کے قریب کے دو کھمبوں کے نیچے سے آتی ہوئی لتر پھیلی ہوئی تھی۔ اوپر آ کر لتر نے اتنا پھیلاؤ اختیار کیا تھا کہ بالکنی کا وہ حصہ بالکل بیکار ہو گیا تھا۔ سرجنٹ حمید دوسرے دروازے سے نکل کر لتر کی آڑ میں چھپ گیا۔ اس طرف اندھیرا ہونے کے سبب سے ادھر والوں کی نگاہیں حمید تک پہنچنی دشوار تھیں۔ بہرحال وہ ایک ایسی جگہ پہنچ چکا تھا جہاں سے ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ صاف سن سکتا تھا۔

لیڈی سیتارام کہہ رہی تھی۔

"کرنل......تم شاید کوئی جادوگر ہو۔"

"کیوں......کیوں خیریت تو ہے۔" کرنل پرکاش قہقہہ لگا کر بولا۔

"مجھے بتاؤ کہ میں اپنا زیادہ سے زیادہ وقت تمہارے ساتھ کیوں گزارنا چاہتی ہوں۔"

"یہ اپنے دل سے پوچھو۔" کرنل پرکاش بہت ہی رومانٹک انداز میں بولا۔

"کاش میں افریقہ میں پیدا ہوئی ہوتی۔"

"تب تم اتنی حسین نہ ہوتیں۔"

"تو کیا میں واقعی حسین ہوں۔"

"کاش میں تمہارے حسن کی تصویر الفاظ میں کھینچ سکتا۔"

"ہٹو بھی۔" لیڈی سیتارام نے شرمیلے انداز میں کہا۔

"لیڈی سیتارام میں سچ کہتا ہوں کہ......!"

"دیکھو کرنل تم میرا نام جانتے ہو۔" وہ پرکاش کی بات کاٹ کر بولی۔ "مجھے اس منحوس نام سے مت یاد کیا کرو۔ مجھے تکلیف ہوتی ہے۔"

"اچھا چلو یہی سہی...... ہاں تو حسین ریکھا...... میں ایک سپاہی قسم کا اکھڑ آدمی ہوں۔ لیکن تمہاری پیاری پیاری سی شخصیت نے مجھے بالکل موم بنا دیا ہے۔"

"تم مجھے بیوقوف بنا رہے ہو۔" لیڈی سیتارام ناز سے بولی۔

"نہیں ریکھا تم پہلی عورت ہو جس نے مجھے اتنا متاثر کیا ہے۔ میں ابھی تک کنوارا ہوں۔ بعض اوقات سوچتا ہوں کہ کاش تم میرے حصے میں آئی ہوتیں۔"

"میری ایسی قسمت کہاں تھی۔" لیڈی سیتارام سرد آہ بھر کر بولی۔

"ہاں اور سنو......!" کرنل پرکاش بولا۔ "آج شام اتفاقاً تمہارے کھوسٹ سے ملاقات ہو گئی۔ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوا ہے اور کل شام کو چائے کی دعوت دی ہے۔ کتنا لطف رہے گا۔ جب وہ میرا تعارف تم سے ایک اجنبی کی حیثیت سے کرائے گا۔ مجھے تو سوچ سوچ کر ہنسی آ رہی ہے۔"

"بہت اچھا ہوا ڈیئر کرنل......اب میں تم سے باقاعدہ مل سکوں گی۔ میں کتنی خوش قسمت ہوں۔"

"تم نہیں بلکہ میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے یہاں ایک ایسے انمول ہیرے کا قرب

نصیب ہوا ہے جس کا ثانی دنیا میں نہیں۔"

"اور تم ٹھہرے ہیروں کے تاجر......!" لیڈی سیتا رام قہقہہ لگا کر بولی۔

کرنل پرکاش ہنسنے لگا۔

"آں یہ کون آرہا ہے۔" لیڈی سیتا رام چونک کر بولی۔ "میرا بھتیجا سریندر کمار...... اچھا کرنل صاحب......اب تم نیچے جاؤ......میں بھی ابھی آئی۔ سریندر کے سامنے ہمیں ایک دوسرے کے لئے قطعی اجنبی بننا پڑے گا۔"

"اچھا میں چلا......لیکن یہ تو بتاؤ کہ اب کب ملیں گے۔"

"بہت جلد......!" لیڈی سیتا رام نے کہا اور ٹہلتی ہوئی بالکنی کے دوسرے کنارے تک چلی گئی۔

تقریباً دس پندرہ منٹ تک وہ وہاں ٹہلتی رہی پھر وہ بھی نیچے چلی گئی۔ حمید لتر کی آڑ سے نکلا اور پوری بالکنی کا چکر لیتا ہوا دوسرے زینے سے نیچے اتر آیا۔ ناچ شروع ہو چکا تھا۔ کرنل پرکاش ایک نوعمر لڑکی کے ساتھ ناچ رہا تھا۔ لیڈی سیتا رام اور سریندر ایک کنارے بیٹھے ہوئے کچھ پی رہے تھے۔ حمید دونوں کو دیکھتا ہوا بار کی طرف چلا گیا۔ اس کی نگاہیں انہیں دونوں پر جمی ہوئی تھیں۔ سریندر ایک معمولی جسامت کا مگر خوبصورت نوجوان تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا، جو اس پر بہت زیادہ کھل رہا تھا۔ دوسرا راؤنڈ شروع ہونے پر لیڈی سیتا رام اور سریندر اٹھ کر ٹہلتے ہوئے گیلری کے زینوں کی طرف گئے۔ دوسرے لمحے میں دونوں غائب تھے۔ کرنل پرکاش اب ایک دوسری عورت کے ساتھ ناچ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں حمید کا دل چاہا کہ ان دونوں کے پیچھے جائے، وہ ٹہلتا ہوا زینے کے قریب آیا لیکن یہ دیکھ کر ٹھٹک گیا کہ کرنل پرکاش کی نگاہیں ذرا ادھر اُدھر ہوں اور وہ زینے پر چڑھ جائے لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔ کرنل پرکاش کے قدم کچھ مضمحل تھے۔ وہ اس طرح لڑکھڑا رہا تھا جیسے وہ بہت زیادہ پی گیا ہو۔ اُس کے ساتھ ناچنے والی عورت نے شاید اُسے محسوس کرلیا تھا لہٰذا وہ اس کی گرفت سے نکل جانے کی کوشش کررہی تھی۔ یک بیک کرنل پرکاش نے خود اسے چھوڑ دیا اور لڑکھڑاتا

ہوا زینے کی طرف بڑھا۔

حمید متحیر تھا کہ آخر یہ بات کیا ہے۔ یہ اوپر کیوں جارہا ہے، کیونکہ ابھی ابھی لیڈی سیتا رام نے اس سے کہا تھا کہ وہ سریندر کی موجودگی میں ایک دوسرے کے لئے بالکل اجنبی ہوں گے۔ حمید ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ وہ کیا کرے کہ کرنل پرکاش لڑکھڑاتا ہوا نیچے اتر آیا۔ غصے سے اس کے نتھنے پھول رہے تھے، نچلا ہونٹ اس نے اپنے دانتوں میں دبا رکھا تھا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا بار کی طرف چلا گیا۔ حمید نے ادھر اُدھر دیکھا اور دبے پاؤں زینے پر چڑھتا چلا گیا۔

اب پھر وہ اسی لتر کی آڑ میں چھپ گیا تھا۔ لیڈی سیتا رام اور سریندر ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جنگلے پر جھکے ہوئے تھے۔

"سریندر ڈارلنگ، میں اب اسطرح زندہ رہنا نہیں چاہتی۔" لیڈی سیتا رام بولی۔

"تو آخر اس میں پریشانی کی کون سی بات ہے۔ دنیا کی نظروں میں اگر ہم چچی بھتیجے رہ کر ہی زندگی کا لطف اٹھائیں تو کیا حرج ہے۔" سریندر نے کہا۔

"لیکن مجھے یہ پسند نہیں۔" لیڈی سیتا رام نے کہا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس میں بُرائی کیا ہے۔" سریندر بولا۔

"میں اس بوڑھے کھوسٹ کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔" لیڈی سیتا رام نے کہا۔

"یہ ذرا دشوار چیز ہے لیکن تم جو کہو میں کرنے کیلئے تیار ہوں۔" سریندر بولا۔

"آؤ ہم تم کہیں دور چلے جائیں، بہت دور......جہاں ہم دونوں کے سوا اور کوئی نہ ہو۔"

"آرررنہیں......وہاں ہمارا کھانا کون پکائے گا۔" سریندر ہنس کر بولا۔

"شریر کہیں کے۔" لیڈی سیتا رام نے کہا اور سریندر "ہو او" کرتا ہوا ایک طرف ہٹ گیا۔

غالباً لیڈی سیتا رام نے اس کے چٹکی کاٹ لی تھی۔

حمید نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا اور چپکے سے گیلری میں آگیا۔

گیارہ بجے رات کو جب وہ گھر واپس آرہا تھا تو اس کے ذہن میں عجیب قسم کا انتشار برپا

تھا۔ عجیب و غریب عورت ہے، ایک طرف تو بھتیجے کو پھانس رکھا ہے اور دوسری طرف کرنل پرکاش کو بیوقوف بنا رہی ہے۔ کرنل بڑے غصے میں نیچے اترا تھا، غالباً اس نے بھی ان کی گفتگو سنی ہوگی۔ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔ اس کا دماغ پھر الجھنے لگا، لیکن ان سب باتوں کا شہناز کے واقعے سے کیا تعلق۔ وہ آخر ان کے پیچھے کیوں لگا ہوا ہے۔ مگر پھر لیڈی سیتا رام ہی نے تو پولیس کو شہناز کی طرف سے شبہے میں مبتلا کیا تھا اور یہ بھی تو رام سنگھ کے ساتھ ناچتی تھی۔ یہ ایک فاحشہ عورت ہے اور رام سنگھ ایسی عورتوں کی تجارت کرتا تھا۔ یہاں تک تو کڑیاں ملتی ہیں لیکن پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لیڈی سیتا رام ایک دولت مند آدمی کی بیوی ہے۔ مفلس تو ہے نہیں کہ عورت فروشوں سے اس کی رسم و راہ ہو۔ عجیب معمہ ہے۔ ایسی پراسرار عورت آج تک اس کی نظروں سے نہیں گزری تھی۔ کم بخت چہرہ اتنا پروقار ہے کہ کوئی بھی اس سے ذلیل حرکتوں کی توقع نہیں رکھ سکتا۔ یہی عورت جو سوسائٹی میں کافی عزت کی نظروں سے دیکھی جاتی ہے کس قدر گری ہوئی ہے۔ اُسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے شہناز بھی ایسی ہی ہو۔ وہ کافی آزاد خیال ہے۔ رقص گاہوں میں مردوں کے ساتھ ناچتی پھرتی ہے۔ اُسے اپنی محبت پر نفرت کی ہلکی سی تہہ چڑھتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔

سر سیتا رام

دوسرے دن حمید سخت الجھن میں تھا کہ کس طرح سر سیتا رام تک رسائی حاصل کرے، اسے اس دلچسپ ڈرامے کا اختتام دیکھنے کی آرزو تھی۔ اس سلسلے کے دلچسپ اور حیرت انگیز واقعات نے اس کی ساری توجہ منعطف کرالی تھی، وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ لیڈی سیتا رام اور کرنل پرکاش جو پہلے سے ایک دوسرے کے گہرے دوست ہیں سر سیتا رام کے سامنے اجنبیوں کی طرح کیسے ملتے ہیں، وہ دن بھر تمام تدبیریں سوچتا رہا کہ کس طرح اسی وقت سر سیتا رام کے

یہاں پہنچ جائے، جب کہ کرنل پرکاش بھی یہاں موجود ہو۔ آفس میں بھی اس کا دل نہ لگا اور آفس بند ہونے کے وقت سے پہلے ہی گھر لوٹ آیا، جیسے جیسے شام نزدیک آتی جا رہی تھی اس کے اضطراب میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ ڈرائنگ روم میں ایک صوفے پر لیٹا خیالات میں گم تھا کہ نوکر نے ایک ملاقاتی کارڈ لا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

"ڈاکٹر محمود......!" حمید نے آہستہ سے کہا۔ "انہیں اندر بھیج دو۔" حمید اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"آداب عرض ہے حمید صاحب۔" ڈاکٹر محمود نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ یہ ایک ادھیڑ عمر کا جامہ زیب آدمی تھا۔ چہرہ ڈاڑھی اور مونچھوں سے صاف تھا۔ اس کے فریدی کے ساتھ تعلقات بہت اچھے تھے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ جانوروں کے ہسپتال کا انچارج تھا اور کتوں کے امراض کا ماہر۔ وہ اپنی اسی خصوصیت کی بناء پر اونچی سوسائٹی میں خصوصی اہمیت رکھتا تھا۔ ویسے وہ خود متوسط طبقے سے تعلق رکھتا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ خود نمائی جیسی بُری عادت کا شکار ہو گیا تھا۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ ایسے لوگ اپنے طبقے کے لوگوں میں بیٹھ کر ہمیشہ لمبی چوڑی باتیں کیا کرتے ہیں۔ مقصد محض یہ جتانا ہوتا ہے کہ اونچی سوسائٹیوں میں ان کی خاص اہمیت ہے۔ اس کا ملاقاتی کارڈ دیکھتے ہی حمید کو الجھن ہونے لگی تھی۔ ایسے لوگوں سے گفتگو کرنا وہ محض تضیع اوقات سمجھتا تھا کیونکہ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ ان کی باتوں میں نوے فیصدی جھوٹ کی آمیزش ہوتی ہے۔ خصوصاً ڈاکٹر محمود تو بعض اوقات قدیم شاعری کے مبالغے کی سرحدوں سے ٹکرانے لگتا ہے۔ وہ زیادہ تر اونچے طبقے کی عورتوں کی باتیں کیا کرتا تھا، مثلاً فلاں جج کی بیوی نے اسے یوں مسکرا کر دیکھا، فلاں سیٹھ کی بیوی اس کے ساتھ بھاگ جانے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ فلاں کرنل کی بیوہ بہن اس پر بُری طرح لٹو ہو رہی ہے۔ فلاں ایڈووکیٹ کی لڑکی تو اس کے لئے زہر تک کھا لینے کے لئے تیار بیٹھی ہے، لیکن وہ اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ خود اس کی بیوی کئی بچے جن چکنے کے باوجود بھی صرف تیرہ برس کی معلوم ہوتی تھی اور اس کے حسن کا تو یہ عالم ہے کہ شاید حوریں بھی اس کی قسم کھاتی ہوں گی۔

حمید ڈاکٹر محمود کو دیکھ کر زبردستی مسکراتا ہوا اٹھا۔ اس سے ہاتھ ملاتے وقت خواہ مخواہ گرم

جوشی کا مظاہرہ کرتا ہوا بیٹھ گیا۔

"کیا فریدی صاحب گھر پر موجود نہیں ہیں۔" ڈاکٹر محمود نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں، وہ باہر تشریف لے گئے ہیں۔" حمید نے کہا۔

"بھئی حمید صاحب کیا بتاؤں...... معلوم نہیں آپ لوگوں سے اتنی محبت ہو گئی ہے، حالت یہ ہے کہ اگر زیادہ دنوں تک آپ لوگوں سے نہ ملوں تو عجیب قسم کی الجھن ہونے لگتی ہے۔" ڈاکٹر محمود نے کہا۔

"محبت ہے آپ کی......!" حمید مسکرا کر بولا۔ "وہ دانستہ طور پر زیادہ بات چیت نہیں کرنا چاہتا تھا تاکہ جلد ہی پیچھا چھوٹ جائے۔"

"اس وقت سر سیتا رام کے یہاں ٹی پارٹی میں جا رہا تھا، سوچا لگے ہاتھ آپ لوگوں سے بھی ملتا چلوں، ویسے مجھے فرصت کہاں۔" ڈاکٹر محمود نے کہا۔ "بھئی کیا بتاؤں میں تو اس ٹی پارٹی کو محض تضیع اوقات سمجھتا ہوں۔ مگر کیا کروں یہ لوگ کسی طرح مانتے ہی نہیں۔ اب آج ہی کا واقعہ لے لیجئے سر سیتا رام کا آدمی دعوت نامہ لے کر آیا۔ میں نے ٹالنے کے لئے جواب لکھ دیا کہ میں معافی چاہتا ہوں۔ کیونکہ میرے پاس ایک مہمان آ گئے ہیں، لیکن صاحب بھلا سر سیتا رام کہاں ماننے لگے، فوراً ہی کہلا بھیجا کہ مہمان سمیت آ جاؤ۔ مرتا کیا نہ کرتا جانا ہی پڑے گا۔ جا کر کہوں گا کہ مہمان کی طبیعت کچھ خراب تھی، اس لئے وہ نہ آ سکے۔"

حمید کی آنکھیں چمکنے لگیں، اس نے سوچا کیوں نہ اس موقع سے فائدہ اٹھائے حالانکہ وہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ یہ مہمان والی بات سو فیصدی غپ ہے، لیکن وہ پھر بھی کہہ ہی بیٹھا۔

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے، میں آپ کا مہمان بن کر چلا جاؤں گا۔"

"ارے آپ کہاں...... آپ مذاق کر رہے ہیں۔" ڈاکٹر محمود نے جھینپی ہوئی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"اور اگر کسی نے پہچان لیا تو......!" ڈاکٹر محمود نے پیچھا چھڑانے کے لئے کہا۔ "مجھے

بڑی شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔"

"کمال کر دیا آپ نے......!" حمید نے ہنس کر کہا۔ "ارے صاحب میں بھیس بدل کر چلوں گا۔"

"تب تو آپ واقعی مذاق کر رہے ہیں۔" ڈاکٹر محمود نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"بخدا میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔" حمید نے کہا۔ "بات یہ ہے کہ مجھے سر سیتا رام کے کتوں کو دیکھنے کا بے حد شوق ہے۔ میں نے کئی بار کوشش کی کہ وہاں تک پہنچوں مگر کوئی معقول بہانہ ہاتھ نہ آ سکا۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں کسی موقع پر آپ کو اُن سے ملاؤں گا۔" ڈاکٹر محمود نے کہا۔

"آپ جانتے ہیں کہ ہم لوگوں کو اتنی فرصت کہاں...... آج کل خوش قسمتی سے کوئی کیس نہیں ہے۔ اس لئے فرصت ہی فرصت ہے، ورنہ معلوم نہیں کب اور کس وقت پھر مصروف ہونا پڑے۔"

"مگر......!" ڈاکٹر محمود نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"اگر مگر کچھ نہیں...... میں اس وقت آپ کے ساتھ ضرور چلوں گا۔" حمید نے کہا۔ "آخر آپ کو پریشانی کس بات کی ہے جب کہ سیتا رام آپ کو مہمان سمیت مدعو کر چکے ہیں۔"

"پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ سوچتا ہوں کہ اگر آپ بھیس بدلنے پر پہچان لئے گئے تو بڑی خرابی ہو گی۔" ڈاکٹر محمود نے زچ ہو کر کہا۔

"اس کا ذمہ میں لیتا ہوں۔" حمید نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "اگر کوئی پہچان لے تو میں مبلغ ایک ہزار روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کروں گا، کہئے تو اس کے لئے تحریر دے دوں۔"

ڈاکٹر محمود سخت الجھن میں پڑ گیا۔ وہ ٹی پارٹی میں مدعو ضرور تھا، لیکن مہمان والی بات اس نے محض اپنی لاپروائی اور اونچے طبقے کی نظروں میں کوئی اہمیت نہ ہونے کے اظہار کے لئے یوں ہی کہہ دی تھی۔ اب اسے اپنی حماقت پر سخت افسوس ہو رہا تھا لیکن اب ہو ہی کیا سکتا تھا۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا...... مجبوراً اُسے حمید کی بات ماننی ہی پڑی۔ حمید اُسے ڈرائنگ روم میں

بٹھا کر خود چلنے کی تیاری کرنے کے لئے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ ڈاکٹر محمود بیٹھا دانت پیس رہا تھا۔ خواہ مخواہ کی بلا گلے لگ گئی۔ وہ ہمیشہ ایسی باتوں سے کتراتا تھا جن سے اونچی سوسائٹی میں اس کی سبکی ہو۔ کبھی بن بلائے مہمان کو اپنے ساتھ ایسی جگہ لے جانا سراسر تہذیب کے خلاف سمجھا جاتا ہے، متوسط طبقے کی زندگی میں تو خیر ہر چیز جائز ہے، لیکن اعلیٰ طبقے کے افراد ان باتوں کا خاص خیال رکھتے ہیں، محمود بیٹھا الجھ رہا تھا کہ ایک پرانے وضع کے مسلمان رئیس نے ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر کہا۔ ''السلام علیکم۔''

ڈاکٹر محمود چونک کر کھڑا ہو گا۔ آنے والے کی ظاہری وجاہت اُسے بُری طرح مرعوب کر رہی تھی۔

''کیا فریدی صاحب تشریف رکھتے ہیں۔'' آنے والے نے بے تکلفی سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''جی نہیں......وہ تو باہر تشریف لے گئے ہیں۔'' ڈاکٹر محمود نے جلدی سے کہا۔

''آپ کی تعریف......!'' اجنبی نے ڈاکٹر محمود کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے ڈاکٹر محمود کہتے ہیں، جانوروں کے ہسپتال کا انچارج ہوں۔''

''بہت خوب......آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔'' اجنبی نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

''آپ نے میری تعریف نہیں پوچھی، انتہائی بداخلاق معلوم ہوتے ہیں آپ۔'' اجنبی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

ڈاکٹر محمود گڑبڑا کر ہکلانے لگا۔

''گھبراؤ نہیں پیارے ڈاکٹر......!'' اجنبی نے قہقہہ لگا کر کہا۔ ''جب تم مجھے نہیں پہچان سکے تو پھر کون مائی کا لال پہچان سکے گا۔''

''ارے صاحب......!'' ڈاکٹر نے اچھل کر کہا۔ ''خدا کی قسم کمال کر دیا۔''

''اچھا تو اب اچھی طرح سمجھ لیجئے میری تعریف یہ ہے۔'' حمید ہنس کر بولا۔ ''خان بہادر

جلد نمبر 1

مجاہد مرزا......اودھ کا بہت بڑا تعلق دار......کیا سمجھے اور کتوں کا شوقین۔''

''سمجھ گیا......اچھی طرح سمجھ گیا۔ مجھے اب کوئی پریشانی نہیں۔'' ڈاکٹر محمود نے کہا۔

دونوں کار پر بیٹھ کر سیتا رام کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گئے۔

کوٹھی کے پائیں باغ میں ایک بڑی سی میز بچھی ہوئی تھی، جس پر دعوت کا سامان سلیقے سے چنا ہوا تھا۔ سر سیتا رام، لیڈی سیتا رام، سریندر اور دو ایک دوسرے آدمی کرسیوں پر بیٹھے خوش گپیوں میں مشغول تھے۔ کرنل پرکاش ابھی نہ آیا تھا۔ ڈاکٹر محمود اور حمید کے پہنچنے پر سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ اس کے ساتھ ایک قدیم وضع کے اجنبی کو دیکھ کر لیڈی سیتا رام نے بُرا سا منہ بنایا۔ سر سیتا رام کا موڈ بھی کچھ خراب ہو گیا۔

''سر سیتا رام آپ سے ملئے۔'' ڈاکٹر محمود نے مسکرا کر کہا۔ ''آپ ہیں میرے دوست خان بہادر مجاہد مرزا اودھ کے بہت بڑے تعلق دار......آپ کا سلسلہ نسب واجد علی شاہ مرحوم سے ملتا ہے۔''

''اوہ بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔'' سر سیتا رام نے اٹھ کر گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

''مجھے آپ سے ملنے کا بے حد اشتیاق تھا......'' حمید نے کہا۔ ''حالانکہ مجھے اس وقت نہ آنا چاہئے تھا لیکن میں آج رات گاڑی سے لکھنؤ واپس جا رہا ہوں، محمود صاحب یہاں آ رہے تھے، میں نے سوچا لگے ہاتھ آپ سے بھی مل لوں۔''

''ارے خان بہادر صاحب......یہ خانہ بے تکلف ہے۔'' سر سیتا رام نے کہا۔

''میری خوش قسمتی ہے کہ اس طرح آپ سے نیاز حاصل ہوا، مجھے خاندانی آدمیوں سے مل کر بے حد مسرت ہوتی ہے۔''

''خلوص ہے آپ کا۔'' حمید نے مسکرا کر کہا۔ ''دراصل مجھے جو چیز یہاں تک کھینچ کر لائی ہے وہ آپ کے کتے ہیں۔ مجھے بھی کتوں کا شوق ہے۔''

''تب تو آپ سے مل کر اور بھی خوشی ہوئی۔'' سر سیتا رام نے بچوں کی طرح ہنستے ہوئے

کہا اور لیڈی سیتا رام نے نفرت سے ہونٹ سکوڑ لئے۔ سر سیتا رام اور حمید میں کتوں کے ..
ایک لمبی بحث چھڑ گئی۔ دونوں ہی اپنی معلومات کا زیادہ سے زیادہ مظاہرہ کرنا چاہتے تھ..
طے پایا کہ چائے پینے کے بعد سر سیتا رام کے کتا خانہ کی سیر کی جائیگی۔

تھوڑی دیر کے بعد کرنل پرکاش بھی آ گیا اور وہ اس وقت پہلے سے زیادہ شاندار نظر آ..
تھا۔ اُسے دیکھ کر سب لوگ کھڑے ہوگئے۔ سر سیتا رام زیادہ گرمجوشی کے ساتھ اس کا استقبا..
کرنے کے لئے بڑھے۔

"آیئے آیئے کرنل صاحب...... ہم سب بے چینی سے آپکا انتظار کر رہے تھے۔"

"شکریہ، شکریہ۔" کرنل پرکاش مسکراتا ہوا بولا۔

"ان سے ملئے۔" سر سیتا رام نے تعارف کرانا شروع کیا۔ "ریکھا میری بیوی۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" کرنل پرکاش نے ہاتھ ملاتے وقت قدرے جھک..
کہا۔

لیڈی سیتا رام کے ماتھے پر پسینے کی ہلکی ہلکی بوندیں پھوٹ آئیں تھیں۔ وہ ہاتھ ملا..
زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتی ہوئی خاموشی سے بیٹھ گئی۔ اس کے بعد فرداً فرداً سب ..
تعارف ہوا۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ کرنل پرکاش کی نظر بار بار اس پر پڑ رہی ہے۔ وہ کچھ گھبرا..
گیا۔ لیکن فوراً ہی خود پر قابو پا کر مسکرا مسکرا کر باتیں کرنے لگا۔ لیڈی سیتا رام بدستور خاموش..
تھی۔ غالباً سر سیتا رام نے بھی اسے محسوس کر لیا تھا۔ لہٰذا ایک موقع پر بے اختیار کہہ اٹھے۔

"کرنل صاحب ریکھا کو زیادہ باتیں کرنے کی عادت نہیں اور اجنبیوں سے وہ کچھ شرماتی
بھی ہے۔"

"خوب یہ تو اچھی عادت ہے۔" کرنل پرکاش نے مسکرا کر کہا۔ "کم از کم ہر شریف عورت
میں یہ صفت تو ہونی ہی چاہئے۔ کیا خیال ہے نواب صاحب!"

"بجا ارشاد ہوا......!" حمید نے کہا۔

چائے کا دور ختم ہو جانے کے بعد سر سیتا رام سب کو لے کر کتا خانے کی طرف چلے گئے۔

کرنل پرکاش اور حمید نے کتوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے شروع کئے۔
ایک کتے کی نسل کے بارے میں دونوں میں بحث ہوگئی۔ دونوں کسی طرح چپ ہونے کا نام
ہی نہ لیتے تھے۔ حمید کو اپنی معلومات پر پورا بھروسہ تھا کیونکہ وہ بھی فریدی جیسے ماہر کا صحبت یافتہ
تھا۔ بحث کو طول پکڑتے دیکھ کر آخر کار سر سیتا رام کو بیچ بچاؤ کرانا پڑا۔

سب کتوں کو دیکھ لینے کے بعد وہ پھر باغ میں پڑی ہوئی کرسیوں پر آ بیٹھے۔

"اچھا سر سیتا رام...... اب میں اجازت چاہوں گا۔" کرنل پرکاش نے کہا۔

"ایسی بھی کیا جلدی۔"

"ذرا مجھے تجارتی معاملات کے سلسلے میں ایک صاحب سے ملنا ہے۔"

"اب تو برابر ملاقات ہوتی رہے گی نا۔" سر سیتا رام نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

"جب تک یہاں مقیم ہوں آپ کا دم غنیمت ہے...... یہاں اور کوئی اچھی سوسائٹی ابھی
تک ملی ہی نہیں۔"

سر سیتا رام نے دانت نکال دیئے۔

کرنل پرکاش کے رخصت ہو جانے پر بقیہ لوگ بھی ایک ایک کر کے اٹھ گئے۔

"جب بھی یہاں تشریف لایئے گا غریب خانے کو نہ بھولئے گا۔" سر سیتا رام نے حمید
سے کہا۔

"ضرور ضرور...... آپ کے اخلاق نے میرے دل پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ کبھی لکھنؤ تشریف
لایئے۔"

"کیا بتاؤں نہ جانے کیوں اب گھر چھوڑتے وقت کچھ الجھن سی محسوس ہوتی ہے۔"

حمید یوں ہی خواہ مخواہ ہنسنے لگا اور اس کی نگاہ لیڈی سیتا رام کی طرف اٹھ گئی، جو اُسے
بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔

بُرے پھنسے

حمید کو اپنی حماقت پر سخت افسوس ہوا کہ اس نے یہ کیوں کہہ دیا کہ وہ آج ہی رات کی گاڑی سے لکھنؤ واپس جا رہا ہے۔ اب اس طرح فی الحال وہ وہاں نہ جا سکے گا۔ اُسے فریدی کی ہدایت یاد آ گئی کہ کوٹھی کے اندر جانے کی کوشش نہ کرنا۔ معلوم نہیں اس نے یہ کیوں کہا تھا۔ حمید سوچنے لگا۔ کہا ہوگا اپنا اپنا طریقہ کار ہے، جب فریدی کو اس کیس سے کوئی دلچسپی ہی نہیں تو خواہ مخواہ کیوں اس کی ہدایتوں کے چکر میں پڑ کر اپنا کام خراب کرے۔ اب وہ پھر کرنل پرکاش کے پیچھے لگ گیا تھا۔ دو تین دن اسی قسم کے چکروں میں گزر گئے۔ لیکن کوئی کارآمد بات نہ معلوم ہو سکی۔ ان تین چار دنوں میں لیڈی سیتا رام اور کرنل پرکاش باقاعدہ طور پر کھلم کھلا ایک دوسرے سے ملنے لگے تھے۔ لیڈی سیتا رام اب آرلکچو میں سریندر کے سامنے بھی کرنل پرکاش کے ساتھ ناچ سکتی تھی۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ سریندر کو کرنل پرکاش اور لیڈی سیتا رام کی بے تکلفی قطعی پسند نہیں۔ حمید کو حیرت تو اس بات پر تھی کہ کرنل پرکاش لیڈی سیتا رام اور سریندر کے تعلقات کے بارے میں جانتے ہوئے بھی کیوں اس پر بُری طرح ریجھا ہوا ہے۔ بار بار اس کے دل میں خواہش پیدا ہوتی کہ کاش فریدی یہاں موجود ہوتا۔ اُسے اس درمیان فریدی سے تھوڑی سی چڑ ضرور ہو گئی تھی۔ لیکن وہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اگر وہ یہاں موجود ہوتا تو کبھی کا سارا معمہ حل ہو گیا ہوتا۔ اس کو اب افسوس ہو رہا تھا کہ کیوں نہ اس نے فریدی کو سارے حالات لکھ دیئے اس طرح ممکن تھا کہ وہ ایسے عجیب و غریب معمے کو حل کرنے کے شوق میں بیماری ہی کی حالت میں چلا آتا۔

ان دنوں اسے شہناز کی یاد بُری طرح ستا رہی تھی۔ اسے اس کی بے گناہی کا پورا پورا

یقین تھا۔ ویسے کبھی کبھی وہ اس کی بڑھی ہوئی آزادی اور لیڈی سیتا رام کے عادات و اطوار کو سامنے رکھتے ہوئے اس سے بد دل ضرور ہو جاتا تھا لیکن یہ کیفیت بالکل عارضی ہوتی تھی۔ وہ پھر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا تھا کہ دنیا کی ساری عورتیں یا سارے مرد ایک جیسے نہیں ہوتے، عشق و محبت کے معاملے میں وہ ایک کھلنڈر اور بے پرواہ آدمی تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ قیس و فرہاد قسم کی محبت کا دنیا میں وجود ہی نہیں تھا۔ اس نے اب سے پہلے بھی کئی عشق کیے تھے لیکن وہ صرف فلمی گانوں اور بے تکی ہائے وائے ہی تک محدود رہے تھے اور ویسے وہ فریدی کو چڑانے کے لئے بھی اکثر ایک آدھ عشق کر بیٹھتا تھا۔ ایسی کہانیوں کے محبوب عموماً فرضی ہوا کرتے تھے۔ شہناز سے بھی اس کی محض دوستی تھی لیکن اس درمیان میں اسے اُس سے حد درجہ ہمدردی ہو گئی تھی۔ اور یہ ہمدردی آہستہ آہستہ دوسری شکل اختیار کرتی جا رہی تھی۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہوا تھا کہ اس نے اپنی کوئی رات تارے گن گن کر گزاری ہو۔ یا محض آہیں بھرنا شعار بنا لیا ہو۔ دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھاتا تھا۔ آرلکچو میں جا کر ایک آدھ راؤنڈ ناچتا بھی تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ ضرور تھا کہ شہناز کو حاصل کرنے کے لئے اپنی جان کی بھی بازی ضرور لگا سکتا تھا۔ اپنے خون کا آخری قطرہ بھی صرف کر سکتا تھا۔

آج شام کو جب وہ آفس سے واپس آیا تو اسے فریدی کا خط ملا۔ جس میں اس نے سب سے پہلے شہناز کے بارے میں پوچھا تھا۔ پھر یلو ڈنگو کا نوحہ تھا اور آخر میں اپنی بیماری کا حال لکھا تھا۔ وہ ابھی تک بیمار تھا۔ نقاہت بہت زیادہ تھی اس لئے سفر کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ آخیر میں اس نے پھر تاکید لکھی تھی کہ اُسے تمام حالات سے مطلع کیا جائے۔ فریدی کا خط پڑھ کر حمید کے دل میں ہمدردی کے جذبات جاگ اٹھے۔ وہ محبت جاگ اٹھی جو اسے فریدی سے تھی، اسے فریدی سے اتنی ہی محبت تھی جتنی کہ اپنے بڑے بھائی سے ہو سکتی ہے۔ اگر فریدی نے اُسے یہ نہ لکھ دیا ہوتا کہ تم پریشان ہو کر یہاں آنے کی کوشش نہ کرنا بلکہ شہناز کے سلسلے میں تفتیش میں مشغول رہنا تو وہ ایک آدھ ہفتے کی چھٹی لے کر بمبئی ضرور جاتا اور جس طرح بھی بن پڑتا فریدی کو وہاں سے لانے کی کوشش کرتا۔

ناشتہ کرنے کے بعد حمید نے فریدی کو خط لکھنا شروع کیا۔ سارے حالات مفصل لکھے۔ ڈنگو کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ محض اُس کی وجہ سے اسے اتنی باتیں معلوم ہوگئیں اور وہ بہت جلد اسے کرنل پرکاش سے قانونی طور پر چھین لے گا۔ خط ختم کر چکنے کے بعد وہ سو گیا۔

آج رات کو آرلکچو میں خاص پروگرام تھا۔ ٹکٹ کا دام اتنا بڑھا دیا گیا تھا کہ زیادہ تر صرف اعلیٰ طبقہ ہی کے لوگ اس میں حصہ لے سکتے تھے۔ کرنل پرکاش کی دریافت کے بعد سے حمید روزانہ آرلکچو جاتا تھا اس لئے رات کو سونے کا موقع کم ملتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آج کل دن میں سونا اس کے لئے ضروری ہوگیا تھا۔

تقریباً آٹھ بجے وہ سو کر اٹھا۔ ناوقت سونے سے طبیعت کچھ کسلمند ہوگئی تھی۔ لیکن کافی کے ایک پیالے نے اس کے جسم میں حرارت وتوانائی پیدا کردی تھی۔ کھانے سے فارغ ہوکر اس نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا اور آرلکچو کی طرف روانہ ہوگیا۔

آرلکچو کی رقص گاہ آج بالکل انوکھے انداز میں سجائی گئی تھی۔ چاروں طرف قہقہوں کے فوارے اچھل رہے تھے۔ حمید کی نگاہیں کرنل پرکاش اور لیڈی سیتا رام کو ڈھونڈھ رہی تھیں لیکن وہ دونوں ابھی تک نہیں آئے تھے۔ حمید اوپر گیلری میں گیا۔ بالکنی بھی خالی تھی۔ پھر ٹہلتا ہوا کرنل پرکاش کے کمرے کی طرف گیا وہ بھی بند تھا۔ تھک ہار کر وہ ہال میں لوٹ آیا۔ ایک جگہ ایک میز خالی نظر آئی، قریب جانے پر معلوم ہوا کہ کرنل پرکاش کے لئے پہلے ہی سے ''مخصوص'' کردی گئی ہے۔ ایک میز کے گرد دو اینگلو انڈین لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں، بقیہ دو کرسیاں خالی تھیں، وہ ان کے قریب گیا۔

''اگر کوئی ہرج نہ ہو تو میں یہاں بیٹھ جاؤں۔'' حمید نے کہا۔

''ضرور ضرور......!'' دونوں بیک وقت بولیں۔

حمید ان کا شکریہ ادا کرکے بیٹھ گیا۔ وہ یوں بھی کافی حسین تھا اور اس وقت عمدہ قسم کے سیاہ سوٹ میں وہ کوئی ذی حیثیت اینگلو انڈین معلوم ہو رہا تھا۔ غالباً وہ دونوں بھی اُسے اینگلو انڈین سمجھی تھیں۔ حمید نے بیٹھتے ہی ان پر رعب ڈالنے کے لئے کچھ کھانے پینے کی چیزوں کا

آرڈر دیا۔

''آپ ہم لوگوں کے لئے تکلیف نہ کیجئے۔'' لڑکیوں میں سے ایک بولی۔

''واہ یہ کیسے ممکن ہے۔'' حمید نے مسکرا کر کہا۔

''معاف کیجئے گا ہم لوگ ایسے لوگوں کی دعوت قبول نہیں کرتے، جنہیں ہم جانتے نہ ہوں۔''

''تو اس میں ہرج ہی کیا ہے......اب آپ مجھے جان جائیں گی۔ مجھے آرتھر کہتے ہیں، آپ کے شہر میں نووارد ہوں۔''

دونوں لڑکیاں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگیں۔

''یہ جولیا ہے اور میں لزی......ہم دونوں اسٹوڈنٹ ہیں۔''

''کتنے پیارے ہیں آپ دونوں کے نام......جولیا......لزی......ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے کانوں میں شہد ٹپکا دیا ہو۔''

''تو آپ شاعر بھی ہیں۔'' جولیا نے مسکرا کر کہا۔

''کاش میں شاعر ہوتا، جولیا..لزی..لزی...جولیا...!''

اتنے میں بیرا طلب کی ہوئی چیزیں لے کر آگیا۔ تینوں کھانے پینے میں مشغول ہوگئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ناچ کے لئے موسیقی شروع ہوگئی۔

''میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں ناچ کے لئے کس سے درخواست کروں۔'' حمید نے کہا۔

''ہم دونوں باری باری سے ناچیں گے۔'' جولیا نے کہا۔

اور لزی اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ حمید نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور دونوں آہستہ آہستہ جنبش کرتے ہوئے ناچنے والوں کی بھیڑ میں آگئے۔

''تم نے بہت زیادہ پی رکھی ہے۔'' لزی مسکرا کر بولی۔

''میں نے......نہیں ایک قطرہ بھی نہیں۔''

"کون سی پیتے ہو......!"

"اسکاچ......!" حمید نے جلدی سے کہا۔ "لیکن میں نے اتوار کے دن پینے سے قسم کھا رکھی ہے۔"

"کیوں......؟"

"میں تھوڑا سا مذہبی آدمی بھی ہوں۔"

"یہ بہت بُری بات ہے۔"

"اچھی ہو یا بُری......اصول بہرحال اصول ہے۔" حمید نے کہا۔ "تم کونسی پیتی ہو۔"

"شیری......!"

"اچھا تو میں تمہیں شیری ضرور پلاؤں گا۔"

"تم بہت حسین ہو۔"

"ایک بار ایک بڑھیا نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا۔"

لڑی کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

"تم بہت دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"تم جیسی خوبصورت لڑکیوں کا قرب مجھے سب کچھ بنا دیتا ہے۔"

"باتیں خوب بنا لیتے ہو۔"

"میں روزانہ ایک درجن باتیں بناتا ہوں اور پھر انہیں پیک کر کے بکنے کے لئے بازار میں بھیج دیتا ہوں۔"

"تم ضرور پیئے ہوئے ہو۔"

"تمہاری ستاروں سے زیادہ چمکدار آنکھوں کی قسم میں نشے میں نہیں ہوں۔"

"خیر ہوگا......تم بہت اچھا ناچ لیتے ہو۔"

دفعتاً حمید کی نظریں اس میز کی طرف اٹھ گئیں جو کرنل پرکاش کے لئے مخصوص تھی۔ شاید کرنل پرکاش، لیڈی سیتارام اور سریندر ابھی ابھی آ کر بیٹھے تھے۔ لیڈی سیتارام اس وقت

بہت زیادہ جچ رہی تھی۔ تھوڑی دیر ستانے کے بعد کرنل پرکاش اور لیڈی سیتارام ناچنے کے لئے تیار ہو گئے۔

حمید اور لڑکی کئی بار ناچتے ہوئے کرنل پرکاش اور لیڈی سیتارام کے قریب سے گزرے۔ لیڈی سیتارام شراب کے نشے میں بدمست تھی۔

رقص کی موسیقی رفتہ رفتہ تیزی ہوتی جارہی تھی کہ اچانک پورے ہال میں اندھیرا چھا گیا تھا۔ شاید فیوز اڑ گیا تھا۔ اندھیرے میں عجیب قسم کا ہیجان برپا ہو گیا۔ دفعتاً ایک عورت کی چیخ سنائی دی۔

"ارے ارے......چھوڑو......ارے چھوڑ......میرا ہار......میرا ہار......!" وہ بُری طرح چیخ رہی تھی۔ اسی کے ساتھ اور بھی کئی تیز قسم کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ چند لمحوں کے بعد پھر روشنی ہو گئی۔ ایک جوان عورت جو لباس سے کافی دولت مند معلوم ہو رہی تھی "میرا ہار میرا ہار" ابھی تک چیخے جارہی تھی۔ لوگ اس کے گرد اکٹھا ہو گئے۔

"کسی نے میرا ہیروں کا ہار اُتار لیا......!" وہ چیخ کر بولی۔

اتنے میں منیجر بھی آ گیا۔ اس نے ہال کے سب دروازے مقفل کرا دیئے۔

"خواتین و حضرات!" وہ ایک میز پر کھڑا ہو کر بولا۔ "مجھے سخت افسوس ہے کسی بدمعاش نے لیڈی اقبال کا ہار چرا لیا۔ مجبوراً مجھے اس وقت تک کے لئے سب دروازے مقفل کرا دینے پڑے جب تک کہ پولیس آ کر کوئی کاروائی نہ شروع کر دے۔ اُمید ہے کہ آپ لوگ مجھے اس گستاخی پر معاف فرمائیں گے۔"

"بالکل ٹھیک ہے......بالکل ٹھیک ہے۔" بہت سی آوازیں سنائی دیں۔

کچھ دیر بعد پولیس آ گئی۔ ایک سرے سے سب کی تلاشی شروع ہو گئی۔ تلاشی لینے والوں میں انسپکٹر جگدیش بھی تھا۔ جب وہ حمید کے قریب آیا تو حمید نے بھی اپنے ہاتھ اٹھا دیئے۔

"ارے آپ......!" جگدیش ٹھٹک کر بولا۔ "کیوں مذاق کرتے ہیں۔"

وہ آگے بڑھنے لگا۔

”ٹھہرو......میری تلاشی بھی لیتے جاؤ۔“ حمید نے آہستہ سے کہا۔

جگدیش بھی ٹھٹک گیا۔

”جلدی کرو......ہچکچاؤ نہیں......مصلحت یہی ہے اور میرے لئے بالکل اجنبی بنے رہو۔“ جگدیش نے حمید کی بھی تلاشی لی اور آگے بڑھ گیا۔ حمید خود بھی اپنی تیز نظروں سے برابر کام لے رہا تھا۔ لیکن اسے اچھی طرح یقین ہوگیا تھا کہ چور اس وقت ہال میں موجود نہیں۔ کیونکہ عورت کے چیخنے کے دو تین منٹ بعد تک ہال میں اندھیرا رہا تھا۔ اس وقفہ میں چور نہایت آسانی سے باہر جاسکتا تھا۔ اس وقت کی تلاشی محض رسمی کاروائی سمجھ رہا تھا۔

تلاشی کا سلسلہ تقریباً تین گھنٹہ تک جاری رہا۔ لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ آخر تھک ہار کر پولیس والوں نے دروازے کھلوا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد ہال میں بالکل سناٹا تھا۔ صرف وہی لوگ باقی رہ گئے تھے جو آرلکچو میں مستقل طور پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ لیڈی سیتارام اور سریندر بھی ابھی موجود تھے۔ انہیں کے قریب کی ایک میز پر حمید بھی کافی پی رہا تھا۔ پولیس والے کچھ دیر ٹھہر کر واپس چلے گئے۔ لیڈی اقبال ابھی تک منیجر سے الجھی ہوئی تھی۔ منیجر غریب بُری طرح بدحواس تھا کیونکہ اس کے ہوٹل میں یہ دوسرا حادثہ تھا اور اب کوئی چیز ہوٹل کو بدنامی سے نہیں بچا سکتی تھی۔

”اب چلنا چاہئے۔“ لیڈی سیتارام بولی۔

”ایسی بھی کیا جلدی۔“ کرنل پرکاش نے کہا۔ ”کچھ دیر چل کر میرے کمرے میں بیٹھئے پھر چلی جایئے گا......کیوں سریندر صاحب۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“ سریندر نے کہا۔

تینوں اٹھ کر زینوں کی طرف بڑھے۔

حمید ان کا پیچھا کرنے کی خواہش کو کسی طرح نہ دبا سکا۔ وہ اس وقت خاص طور پر کرنل پرکاش کا پیچھا کرنے کا عادی ہوگیا تھا جب لیڈی سیتارام بھی اس کے ساتھ ہوتی تھی اور اس وقت تو سریندر بھی تھا۔ کرنل پرکاش کا رقیب۔ اس وقت ان کا پیچھا کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ کرنل پرکاش نے ان دونوں کو اتنی رات گئے روکا کیوں ہے۔ حمید بھی اٹھا زینے طے کرکے وہ اوپر آیا۔ کرنل پرکاش کے کمروں کے سامنے ایک چھوٹا سا صحن تھا، جسے قد آدم دیواروں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ اس طرح یہ حصہ ہوٹل کے بقیہ حصوں سے بالکل الگ ہوگیا تھا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ حمید دروازے سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ اسے اطمینان تھا کہ اس وقت ادھر کوئی نہیں آسکتا اس نے اپنی آنکھ دروازے کی کنجی کے سوراخ سے لگادی۔

لیڈی سیتارام اور سریندر صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور کرنل پرکاش ٹہل رہا تھا۔

”میں اس وقت آپ لوگوں کو اپنا ایک کرتب دکھانا چاہتا ہوں۔“ وہ ٹہلتے ٹہلتے رک کر بولا۔

سریندر اور لیڈی سیتارام اُسے تعجب سے دیکھنے لگے۔

”یہ دیکھئے......یہ رہا......لیڈی اقبال کا ہار......!“

”ارے......!“ کہہ کر لیڈی سیتارام اور سریندر کھڑے ہوگئے۔

کرنل پرکاش نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

”میں آپ کو اتنا گرا ہوا نہیں سمجھتا تھا۔“ سریندر نے تیز لہجہ میں کہا۔

”اوہ میرے شیر......!“ کرنل پرکاش طنزیہ ہنسی کیساتھ بولا۔ ”تم کس سے کم ہو۔“

”کیا مطلب......!“ سریندر جلدی سے بولا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار پیدا ہوگئے۔

”مطلب صاف ہے، ذرا اسے ملاحظہ فرمایئے۔“ کرنل پرکاش نے ایک کاغذ نکال کر سریندر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

سریندر کاغذ لیکر پڑھنے لگا۔ اسکی پیشانی سے پسینے کی بوندیں ڈھلکنے لگیں، اس نے کاغذ پھاڑ دینے کا ارادہ کیا لیکن دوسرے ہی لمحہ میں کرنل پرکاش کے ہاتھ میں پستول تھا۔

”خبردار......ادھر لاؤ، ورنہ بھیجا اڑا دوں گا۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”تم غلط سمجھے۔ میں تم سے سمجھوتہ کرنا چاہتا ہوں۔“

سریندر نے کاغذ لوٹا دیا۔ لیکن وہ بُری طرح کانپ رہا تھا۔ لیڈی سیتارام کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یک بیک وہ گونگی ہو گئی ہو۔ کبھی وہ سریندر کی طرف دیکھتی اور کبھی کرنل پرکاش کی طرف۔

"میں اس کاغذ کی پوری کہانی سے اچھی طرح واقف ہوں۔" کرنل پرکاش نے کہا۔

"نہ جانے آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" سریندر بدقت تمام بولا۔

"خیر تم ابھی بچے ہو...... مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ ہاں اب آؤ کام کی بات کی طرف۔ میں تم سے سمجھوتہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"کس بات کا سمجھوتہ۔"

"ہاں اب آئے ہو سیدھی راہ پر۔" کرنل پرکاش میز پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"جانتے ہو میں افریقہ سے یہاں کس لئے آیا ہوں، یہ تینوں ہار میرے ہی ہیں اور یہ دنیا میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ اس ہار کی اصلی قیمت سے لیڈی اقبال بھی واقف نہیں۔ ہاں تو یہ ہار میری تجوری سے چرائے گئے تھے۔ میں عرصہ تک ان کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ آخر مجھے پتہ چلا کہ تینوں ہار اس ملک میں فروخت کئے گئے ہیں۔ میں یہاں آیا اور عرصہ تک ادھر اُدھر کی خاک چھانتا رہا۔ آخر کار مجھے معلوم ہو ہی گیا کہ تینوں ہار اسی شہر میں فروخت کئے گئے ہیں۔ ایک تو میں نے حاصل کر ہی لیا۔ باقی رہے دو ہار...... ان کے متعلق کوئی پتہ نہیں چل سکا کہ کس کے قبضے میں ہیں۔ بہر حال میں جس معاملے میں تم سے سمجھوتہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم دونوں مجھے یہاں کے بڑے آدمیوں سے ملاؤ۔ میں اپنے ہار حاصل کر کے واپس چلا جاؤں گا اور ایک بہادر کی طرح وعدہ کرتا ہوں کہ تم لوگوں کا راز میرے سینے میں دفن رہے گا۔"

لیڈی سیتارام اور سریندر کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ دونوں بے بسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"میرا دوستی کا ہاتھ ہمیشہ تم لوگوں کی طرف بڑھا رہے گا۔" کرنل پرکاش پھر بولا۔ "تم جب بھی یہاں اپنے لئے خطرہ محسوس کرو، نہایت بے تکلفی کے ساتھ افریقہ آ سکتے ہو، میں اپنے

نہیں اپنا ہی سمجھوں گا۔ تم لوگ ابھی مجھ سے واقف نہیں۔ میں تمہیں ایک رات میں کروڑ پتی بنا سکتا ہوں...... بولو کیا کہتے ہو۔"

"منظور ہے......!" سریندر نے کہا۔

"شاباش...... مجھے تم سے یہی امید تھی...... بغیر ایک دوسرے کے کام آئے...... زندہ رہنا بے کار ہے۔"

کرنل پرکاش خاموش ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے وہ کسی چیز پر غور کر رہا ہو۔ اچانک وہ دروازے کی طرف جھپٹا...... اور دروازہ کھول دیا۔ حمید سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ کرنل پرکاش کا ہاتھ اس کی گردن پر پڑا۔

"خبردار شور نہ کرنا...... ورنہ یہیں ڈھیر کر دوں گا۔" کرنل پرکاش نے حمید کو کمرے کے اندر دھکیل کر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

لیڈی سیتارام اور سریندر گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔

"یہ کون ہے......؟" دونوں بے ساختہ بولے۔

حمید بے بسی سے فرش پر پڑا کرنل پرکاش کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کو دیکھ رہا تھا۔

"کون ہے اب تو......!" کرنل پرکاش گرج کر بولا۔

"تمیز سے بات کرو۔" حمید اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"اچھا جی...... سیدھی طرح بتاؤ نہیں تو......!"

"اگر میں نہ بتاؤں تو۔"

"میرا ایک کارتوس خواہ مخواہ خراب ہو گا......" کرنل پرکاش بولا۔ اس کے لہجے میں سفاکی اور درندگی محسوس ہو رہی تھی۔

حمید لرز اٹھا۔

"جانتے ہو کرنل پرکاش کا راز معلوم کرنے والے کی سزا موت ہے۔" کرنل نے کہا۔ "خیریت چاہتے ہو تو سیدھی طرح بتا دو کہ تم کون ہو۔"

"تم ذرا گولی چلا کر تو دیکھو۔" حمید جی کڑا کر کے بولا۔ "کرنل پرکاش تم نے شاید ابھی تک کسی برابر والے سے ٹکر نہیں لی۔"

"واہ رے میری مینڈکی۔" کرنل پرکاش نے کہا۔ "میرے پاس زیادہ وقت نہیں ورنہ میں ابھی تم سے اگلوا لیتا...... خیر پھر سہی۔"

کرنل پرکاش نے میز پر رکھا ہوا رول اٹھا کر حمید کے سر پر دے مارا...... حمید تیورا کر گر پڑا۔ اس نے دو تین رول اور رسید کیے۔ حمید بیہوش ہو چکا تھا۔

"دیکھا تم نے......!" کرنل دونوں کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ "اس طرح لوگ میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں، معلوم نہیں یہ کون ہے۔ شکر ہے کہ میں نے بات کی رو میں تمہارے راز پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ مگر یہ مشکوک ضرور ہو گیا ہوگا۔ یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ یہ کون ہے، ورنہ میں اس کو اسی وقت ٹھکانے لگا دیتا۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے رکھا کہاں جائے۔"

"اس کا انتظام میں کروں گی۔" لیڈی سیتا رام جلدی سے بولی۔ "لیکن اسے یہاں سے کس طرح لے جایا جائے گا۔"

"نہایت آسانی سے...... یہ میں کرلوں گا۔" کرنل پرکاش نے کہا اور حمید پر جھک گیا۔

حمید کا سر پھٹ گیا تھا۔ زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ کرنل پرکاش نے زخم صاف کر کے پٹی باندھ دی۔

"سریندر آؤ...... اسے پکڑ کر نیچے لے چلیں۔ کار تو تم لائے ہی ہو گے۔" کرنل نے کہا۔

"تو کیا اسی طرح نیچے لے جایئے گا۔" لیڈی سیتا رام حیرت سے بولی۔

"ہاں...... اسی طرح...... تم گھبراؤ نہیں...... تم ابھی مجھے نہیں جانتیں۔"

حمید کو ایک طرف سے سریندر نے پکڑا اور دوسری طرف سے کرنل پرکاش نے اور اسے سہارا دیتے ہوئے لے چلے۔

نیچے اتر کر وہ ہال سے گزر رہے تھے کہ منیجر لپکتا ہوا ان کی طرف آیا۔

"کیوں...... کرنل صاحب کیا بات ہے۔"

"ارے صاحب کیا بتاؤں...... آج کل کے لونڈوں کے جسم میں سکت نہیں اور پینے پر آئیں گے تو قرابے کے قرابے صاف...... صاحبزادے نے وہ اچھل کود مچائی کہ سر ہی پھوڑ بیٹھے۔ اب انہیں ان کے گھر پھینکنے جا رہا ہوں۔ منع کر رہا تھا کہ زیادہ نہ پیو...... مگر کون سنتا ہے۔"

منیجر مسکرا کر سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔

"کیوں سریندر کیسی رہی۔" کرنل پرکاش کار میں بیٹھ کر بولا۔

"مانتا ہوں استاد......!"

"میں آپ کو اتنا دلیر نہیں سمجھتی تھی۔" لیڈی سیتا رام بولی۔

"ابھی تم لوگوں نے دیکھا ہی کیا ہے...... مجھے کرنل پرکاش کہتے ہیں۔"

کار تاریک سڑکوں پر اپنی روشنی بکھیرتی ہوئی تیزی سے سر سیتا رام کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی۔

پریم کہانی

حمید کو ہوش آیا تو اسے اپنے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی پھیلی ہوئی معلوم ہوئی، سر بُری طرح دکھ رہا تھا۔ خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے نقاہت بہت بڑھ گئی تھی۔ اس نے لیٹے ہی لیٹے ادھر اُدھر ہاتھ پیر چلائے۔ وہ ایک چٹائی پر پڑا تھا، تھوڑی دیر تک وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تاریکی میں گھورتا رہا پھر آنکھیں بند کر لیں۔ آہستہ آہستہ سارے واقعات اس کے ذہن میں ناچنے لگے۔ معلوم نہیں وہ اس وقت کہاں پڑا ہوا ہے۔ اس کا تو اُسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ کہیں پر قید ہے۔ اس نے کرنل پرکاش کا راز معلوم کر لیا تھا۔ لہٰذا وہ اُسے آزاد کیوں چھوڑ نے

لگا۔ آخر لیڈی سیتا رام وغیرہ کا راز کیا تھا۔ جس کی طرف کرنل پرکاش نے اشارہ کیا تھا۔ کہیں یہ رام سنگھ کے قتل کی طرف تو اشارہ نہیں تھا۔ یہ کرنل پرکاش بھی انتہائی سفاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔

حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی اس کے سر پر ہتھوڑے چلا رہا ہو۔ اس پر آہستہ آہستہ غشی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا وہ سوتا رہا۔

اچانک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی کی نرم و لطیف سانس اس کے چہرے کو چھو رہی ہو۔ کوئی اس پر جھکا ہوا تھا۔ اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی لیکن ایسا معلوم ہوا جیسے ان میں مرچیں بھر دی گئی ہوں۔ لاکھ کوشش کے باوجود بھی وہ آنکھیں نہ کھول سکا۔ اب کسی کی نرم نرم انگلیاں اس کے بالوں پر آہستہ آہستہ رینگ رہی تھیں۔

"حمید صاحب۔" کسی نے آہستہ سے پکارا۔

وہ چونک پڑا۔ آواز جانی پہچانی معلوم ہوئی۔ اس نے پھر پکارا۔ اب کی بار حمید نے بے تحاشہ آنکھیں کھول دیں اور انتہائی نقاہت کے باوجود بھی وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

"ارے تم...... شہناز......!" وہ خوشی اور تعجب کے ملے جلے لہجے میں چیخا۔

شہناز نے سر ہلا دیا۔ اس کا سرخ و سپید رنگ ہلدی کی مانند پیلا ہو گیا تھا۔ آنکھوں کے گرد حلقے پڑ گئے تھے۔ ہونٹوں پر سیاہی کی ہلکی سی تہہ جم گئی تھی۔ آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔

"یہ آپ کے سر میں کیا ہوا...... آپ کے کوٹ پر خون کے دھبے کیسے ہیں۔" شہناز ایک ہی سانس میں کہہ گئی۔

"یہ ایک لمبی داستان ہے......" حمید نے کہا۔ "مجھ میں اتنی سکت نہیں کہ ابھی بتا سکوں۔ میں تمہارے متعلق معلومات کرنے کیلئے بیتاب ہوں۔ تم یہاں کس طرح پہنچیں۔"

"یہ میں بعد کو بتاؤں گی۔ آپ کی حالت مجھ سے نہیں دیکھی جاتی۔ میں کیا کروں۔"

"سچ......!" حمید نے ایک نقاہت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور پھر چٹائی پر لیٹ گیا۔

شہناز نے اپنا دوپٹہ تہہ کر کے اس کے سر کے نیچے رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں میں رکے ہوئے قطرے گالوں پر ڈھلک آئے۔

"تم رو رہی ہو پگلی کہیں کی۔" حمید آہستہ سے بولا۔ "میں تمہیں پانے کے لئے جدوجہد کر رہا تھا...... پالیا...... اب میں نہایت سکون کے ساتھ مر سکتا ہوں۔"

شہناز ہچکیاں لے کر رونے لگی۔

"تم مجھے اپنا دوست سمجھتی ہو۔" حمید نے پوچھا۔

شہناز نے سر ہلا دیا۔

"تو میں اسی دوستی کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ رو نہیں...... میں اپنے دل کو اس وقت بہت زیادہ کمزور محسوس کر رہا ہوں۔"

شہناز نے آنسو پونچھ ڈالے اور اپنی ہچکیوں کو دبانے کی کوشش کرنے لگی۔

"تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ میں شروع ہی سے تمہیں بے گناہ سمجھتا رہا ہوں...... جب تمہارا وارنٹ گرفتاری نکلا تھا تو میں انسپکٹر سنہا سے لڑ گیا تھا۔"

"وارنٹ گرفتاری......!" شہناز چونک کر بولی۔ "وہ کس لئے۔"

"تمہارے غائب ہو جانے کے بعد تمہارے گھر سے ایک مشکوک خط برآمد ہوا جس میں کسی گروہ کی طرف سے غائب ہو جانے کی ہدایت دی گئی تھی۔"

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ مجھے اس قسم کے کسی خط کا علم نہیں اور نہ میرا تعلق کسی گروہ سے ہے۔"

"اب قسم کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔" حمید نے کہا۔ "تمہاری بے گناہی سورج کی طرح روشن ہے۔"

"اچھا یہ بتا سکتی ہو کہ تم کس کی قید میں ہو۔"

"یہ مجھے آج تک نہ معلوم ہو سکا۔ البتہ مجھے قید کرنے والے مجھ پر مہربان ضرور ہیں...... انہوں نے مجھے بھوکوں نہیں مارا۔"

"اچھا تو کیا کوئی کھانا لے کر آتا ہے۔"

"نہیں...... اس سامنے والی دیوار کی جڑ میں ایک دراڑ سی پیدا ہوجاتی ہے اور اسی راستے کھانا اندر کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے اور جب میں برتن اس دراڑ سے باہر نکال دیتی ہوں تو دراڑ خود بخود بند ہوجاتی ہے۔"

اب حمید نے لیٹے ہی لیٹے اس جگہ کا جائزہ لینا شروع کیا۔ یہ ایک وسیع کمرہ تھا ایک طرف بڑی سی میز اور کچھ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ کمرے کی ساخت بتا رہی تھی کہ وہ تہہ خانہ ہے، چھت میں دو تین جگہ موٹے موٹے اور دھندلے شیشے لگے ہوئے تھے، جن کے ذریعہ تھوڑی بہت روشنی اندر آتی تھی۔ شیشے اس قدر دھندلے تھے کہ اس کے پار کی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اس پورے کمرے میں باہر جانے کے لئے کوئی دروازہ نہیں تھا۔ صرف ایک دروازہ نظر آرہا تھا وہ بھی اس کمرے کے ایک کونے میں بنی ہوئی کوٹھڑی کا تھا۔

"کیا یہ دروازہ باہر جانے کا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں غسل خانہ ہے۔"

"تو اس کا مطلب کہ یہ کمرہ نہیں ہمارا مقبرہ ہے۔" حمید نے کہا۔ "ذرا ہاتھ پاؤں میں کچھ طاقت آئے تو باہر نکلنے کی جدوجہد کی جائے۔"

اتنے میں سامنے والی دیوار کی جڑ میں ایک کھٹکے کے ساتھ دو بالشت چوڑی دراڑ پیدا ہوگئی جس سے ایک کشتی جس میں ناشتہ تھا کمرے کے اندر کھسکا دی گئی۔ شہناز نے بڑھ کر کشتی اٹھالی۔ حمید اس دراڑ کو بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس دراڑ کی باقاعدہ حفاظت کی جاتی ہوگی۔ حمید خیالات میں الجھتا رہا۔ اتنی دیر میں شہناز نے دو پیالیاں چائے کی تیار کیں۔ حمید کو قطعی بھوک نہیں تھی لیکن شہناز کے اصرار پر کچھ نہ کچھ کھانا ہی پڑا۔ شہناز نے برتن اسی دراڑ سے واپس کردیئے۔

"کل تک میں بہت پریشان تھی، لیکن آج نہ جانے کیوں ایسا معلوم ہورہا ہے کہ میں اپنے گھر ہی میں بیٹھی ہوں۔" شہناز نے کہا۔

"خدا نے چاہا تو تم بہت جلد اپنے گھر میں ہوگی۔ میں نے اپنی زندگی میں ایک ہی کام عقلمندی کا کیا ہے۔"

"وہ کیا......؟"

"یہی کہ اس حادثے سے پہلے میں فریدی صاحب کو یہاں کے مفصل حالات لکھ دیئے تھے۔"

"تو کیا فریدی صاحب موجود نہیں تھے۔"

"نہیں...... وہ باہر گئے ہوئے ہیں۔" حمید نے کہا اور اس کے بعد اس نے شروع سے لے کر آخیر تک شہناز کو سارے واقعات بتا دیئے۔

"تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ میں لیڈی سیتا رام کی قید میں ہوں۔" شہناز نے حیرت سے کہا۔

"قطعی......!"

"لیکن آخر کیوں......؟ میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔"

"وہ دراصل اپنا جرم کسی دوسرے کے سر تھوپنا چاہتی تھی۔ اتفاق سے تم ہی زد میں آگئیں۔"

"تو کیا لیڈی سیتا رام ہی رام سنگھ کی قاتل ہیں۔"

"حالات تو یہی کہتے ہیں۔"

"اب مجھے یہاں سے بچ نکلنے کی کوئی امید نہیں۔"

"ایسا مت سوچو...... فریدی صاحب ضرور آئیں گے اور اگر وہ نہ بھی آئے تو میری موجودگی میں تمہیں پریشان ہونے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں۔"

"آپ بہت اچھے آدمی ہیں......!" شہناز نے کہا۔

"بس اتنی سی بات...... نہیں میں بہت برا آدمی ہوں۔"

"ہوں گے لیکن میرے لئے نہیں۔"

"تو کیا واقعی تم مجھ پر بھروسہ کرتی ہو۔"

"آخر کیوں نہ کروں۔"

"ایک بات پوچھوں...... یہ کہ تم نے لیڈی سیتا رام کے یہاں کا ٹیوشن کیوں چھوڑ دیا تھا۔"

"مجھے ناپسند تھا۔"

"آخر ناپسندیدگی کی وجہ۔"

"وہاں کئی بہت ہی آوارہ اور اوباش قسم کے لوگ آنے لگے تھے۔ اکثر وہ مجھے بھی اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ چیز مجھے ناپسند تھی۔"

حمید کچھ اور پوچھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ شہناز نے اُسے روک دیا۔

"آپ زیادہ باتیں نہ کیجئے...... سر سے بہت زیادہ خون نکل گیا ہے...... کہیں پھر چکر نہ آجائے۔"

"اتنے دنوں کے بعد تم ملی ہو...... دل چاہتا ہے بس باتیں کئے جاؤ۔"

"نہیں بس آنکھ بند کیجئے...... میں سر سہلاتی ہوں۔"

حمید نے آنکھیں بند کرلیں اور وہ ہولے ہولے اس کا سر سہلانے لگی۔ حمید کو اپنے دل میں ایک عجیب قسم کی غم آلود نرماہٹ پھیلتی معلوم ہونے لگی۔ وہ خلوص اور پیار جس کا ہر مرد ایک عورت سے متمنی ہوتا ہے حمید کو آج تک نہ ملا تھا۔ حمید کو شہناز کے اس رویئے میں ایک ایسی لگاوٹ محسوس ہوئی جسے ماما کے بعد درجہ دیا جاسکتا ہے۔ اس کی بند آنکھوں سے آنسو پھوٹ نکلے۔

"ارے...... ارے آنسو کیوں؟"

"کچھ نہیں......!" حمید نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔

"آپ کو میری قسم بتایئے کیا بات ہے۔"

"مجھ سے تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی جاتی۔" حمید نے کہا۔

"فی الحال آپ اپنی حالت دیکھئے...... میری بعد میں دیکھئے گا۔"

"یہ آفت تم نے خود اپنے سر مول لی ہے۔" حمید نے کہا۔

"وہ کیسے......؟"

"نہ تم اتنی سوشل ہوتیں اور نہ یہ دن دیکھنا نصیب ہوتا۔"

"اپنی اس حماقت پر تو عرصہ سے رو رہی ہوں۔" شہناز نے کہا۔ "اگر کبھی آسمان دیکھنا نصیب ہوا تو انشاء اللہ صحیح معنوں میں ایک شریف عورت کی طرح زندگی بسر کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"جب تک کہ ہمارے سماج کا پورا ڈھانچہ ہی نہ بدل جائے عورتوں کی آزادی کوئی معنی نہیں رکھتی۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں...... اب یہ بات میری سمجھ میں بھی آگئی ہے۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو...... اب یہاں سے نکلنے کی کوئی تدبیر کرنی چاہئے۔" حمید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تو لیٹے رہئے نا......!"

"نہیں یہ لیٹنے کا وقت نہیں۔ اب کسی لمحے بھی ہم موت سے دوچار ہوسکتے ہیں۔"

"وہ کیسے......!"

"کرنل پرکاش محض یہ معلوم کرنے کے لئے یہاں لایا ہے کہ میں کون ہوں۔ میں نے اس کا راز معلوم کرلیا ہے...... لہٰذا وہ مجھے کبھی زندہ نہ چھوڑے گا۔"

"خدانخواستہ...... ایسی بات منہ سے نہ نکالئے۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں شہناز...... یہاں سے بچ کر نکلنے کے لئے جلدی ہی کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے۔"

حمید اٹھ کر تہہ خانے کی دیواروں کا جائزہ لینے لگا۔ وہ بڑی محنت اور جانفشانی سے دیوار کا ایک ایک حصہ ٹھونک بجا کر دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پسینے پسینے ہوگیا لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

”معلوم ہوتا ہے شاید مرنے کا وقت سچ مچ قریب آ گیا ہے۔“ حمید نے بے بسی سے کہا۔

شہناز کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، وہ نڈھال ہو کر چٹائی پر لیٹ گئی۔

”کیوں......کیا بات ہے۔“ حمید نے کہا۔

”کچھ نہیں......یونہی چکر سا آ گیا ہے۔“

”گھبراؤ نہیں......ضرور کوئی نہ کوئی اچھی صورت پیدا ہوگی۔ میں اس پر یقین رکھتا ہوں۔ بے گناہوں کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔“ حمید نے کہا۔

شہناز نے کوئی جواب نہ دیا۔ حمید بیٹھا سوچتا رہا۔ دفعتاً اس کا خیال دیوار کے اس حصے کی طرف گیا جہاں دراڑ پیدا ہوئی تھی۔ وہ جھک کر دیکھنے لگا۔ وہیں قریب ہی فرش کی ایک اینٹ اکھڑی ہوئی تھی اور خالی جگہ اتنی بھری ہوئی تھی کہ سطح فرش کے برابر ہو گئی تھی۔ حمید نے پہلے تو اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا لیکن پھر سوچنے لگا کہ یہاں اس تہہ خانے میں اتنا گرد و غبار کہاں سے آیا کہ خالی اینٹ کی جگہ خود بخود بھر گئی اور اگر اینٹ نکل جانے کے بعد اس میں مٹی اس لئے بھری گئی ہے کہ فرش برابر ہو جائے تو یہ بات بالکل بے تکی سی لگتی ہے۔ کیونکہ جہاں اس جگہ دوسری اینٹ جڑی جا سکتی تھی مٹی سے اسے بھرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

حمید نے ادھر اُدھر دیکھا۔ میز پر ایک چمچہ پڑا ہوا تھا۔ وہ اس سے مٹی کھودنے لگا۔ کافی مٹی نکل جانے کے بعد اچانک چمچہ کسی سخت چیز سے ٹکرایا۔ اس نے جلدی جلدی مٹی نکالنی شروع کی۔ یہ سخت چیز لوہے کا ایک لٹو تھا۔ اس نے اسے گھمانے کی کوشش کی، لیکن اس میں جنبش بھی نہ ہوئی۔ اس نے اب اسے دوسری طرف گھمانا شروع کیا۔ ذرا سی محنت کے بعد ہی لٹو گھومنے لگا اور جہاں پر دراڑ پیدا ہوئی تھی وہاں کی دیوار کا کچھ حصہ آہستہ آہستہ اوپر اٹھ رہا تھا۔

”شہناز یہ دیکھو......!“ حمید خوشی میں چیخا۔

شہناز اور حمید کھڑے متحیر ہو کر دیکھ رہے تھے۔ سامنے کی دیوار میں ایک قد آدم دروازہ نمودار ہو گیا تھا۔ چند گز کے فاصلے پر اوپر جانے کے لئے زینے تھے۔

دوسرا بھیانک ناچ

ابھی دونوں کی حیرت رفع نہ ہوئی تھی کہ زینوں پر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ کرنل پرکاش اور لیڈی سیتا رام نے زینے طے کرتے ہوئے نیچے کی طرف آ رہے تھے۔ حمید کو ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے اُسے پہاڑ پر سے زمین کی طرف لڑھکا دیا ہو۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ کرنل پرکاش نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

”بڑے چالاک ہو برخوردار......“ اس نے جیب سے پستول نکالتے ہوئے کہا۔ ”پیچھے ہٹو۔“

شہناز اور حمید سہم کر پیچھے ہٹ گئے۔

”لو ریکھا اچھے وقت پر پہنچ گئے ورنہ یہ ابھی چوٹ ہی دے گیا تھا۔“ کرنل پرکاش نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”ڈارلنگ......تم ہمیشہ ٹھیک وقت پر کام کی باتیں سوچتے ہو۔“ لیڈی سیتا رام اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

”تم لوگ وہاں کونے میں جا کر بیٹھو۔“ کرنل پرکاش نے حمید اور شہناز سے کہا۔

”اگر ذرہ برابر بھی شرارت کی تو یاد رکھنا یہ پستول بڑا خونی ہے۔“

حمید اور شہناز کونے میں جا کر بیٹھ گئے۔

”جانتی ہو ریکھا ڈارلنگ یہ کون ہے۔“ پرکاش نے کہا۔

”نہیں......!“

”سرکاری سراغ رساں سارجنٹ حمید......!“

"ارے......!"

"ہاں...... یہ مجھے صبح کو معلوم ہوا۔ کہو بیٹا حمید صاحب اب تمہارا کیا حشر کیا جائے۔"

"کرنل پرکاش...... کان کھول کر سن لو...... اگر میرا ایک بال بھی بیکا ہوا تو میرا ا تمہیں زندہ نہ چھوڑے گا۔ چاہے تم پاتال ہی میں جا کر کیوں چھپو۔" حمید نے کہا۔

"اچھا ریکھا...... ابھی میں ان دونوں کا خاتمہ کئے دیتا ہوں۔ تم یہ بتاؤ کہ افریقہ چلنے ر کیا رہی۔ اگر تم تیار ہو جاؤ تو میں اپنے دونوں ہار لئے بغیر ہی چلا جاؤں گا۔ تم سے زیادہ ان ہاروں کی قیمت نہیں ہے۔"

"مگر یہ ابھی کیسے ممکن ہے۔" لیڈی سیتارام نے کہا۔

"جو چیز تمہیں روک رہی ہے میں اسے بھی سمجھتا ہوں۔ تم اطمینان رکھو...... سریندر کو مجھ سے سمجھوتہ کرنا ہی پڑے گا۔"

"کیا مطلب......!" لیڈی سیتارام چونک کر بولی۔

"ارے تم اس کا مطلب نہیں سمجھیں۔ کیا وہ کل رات والا کاغذ یاد نہیں، جو میں نے سریندر کو دیا تھا۔ دیکھو...... میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہارے اور سریندر کے ناجائز تعلقات ہیں۔ رام سنگھ کے ہاتھ تمہارا ایک خط لگ گیا تھا، جو تم نے سریندر کو لکھا تھا، وہ آئے دن تم لوگوں کو اسی خط کا حوالہ دیتے ہوئے دھمکا کر تم سے روپیہ اینٹھتا تھا آخر ایک دن تنگ آ کر تم نے اسے قتل کر دینے کا پلاٹ بنایا اور اسے قتل بھی کر دیا۔ کرنل پرکاش سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔"

لیڈی سیتارام کا چہرہ فق ہو گیا اور وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔

"لیکن میری ریکھا...... میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں تمہاری پچھلی زندگی سے کوئی سروکار نہ رکھوں گا۔ محبت اندھی ہوتی ہے۔ وہ اچھائی یا برائی کچھ نہیں دیکھتی۔"

"کرنل میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ اتنی برائیوں کے باوجود بھی مجھ میں سچی محبت کا جذبہ موجود ہے اور میں اسے صرف تمہارے ہی لئے وقف کر چکی ہوں۔ میں کیا بتاؤں کہ کن

مجبوریوں کے تحت سریندر......!"

"سریندر کے ساتھ عیاشی کرتی تھی۔" دروازے کی طرف سے آواز آئی۔

سب کی نگاہیں اُدھر اٹھ گئیں۔ دروازے میں سریندر ہاتھ میں پستول لئے کھڑا تھا، جس کا رخ کرنل پرکاش کی طرف تھا

"تم دونوں یہ آرزو ہی لئے ہوئے دنیا سے چلے جاؤ گے۔" وہ گرج کر بولا۔

کرنل پرکاش نے اٹھنا چاہا...... سریندر نے بیٹھ کر لٹو گھما دیا۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔

"خبردار...... اپنی جگہ سے ہلنا مت......!" سریندر نے چیخ کر کہا۔

کرنل پرکاش نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

"پیچھے ہٹو...... پیچھے ہٹو...... نہیں تو گولی چلا دوں گا۔" سریندر چیخا۔

"چلا بھی دو میری جان۔" کرنل پرکاش رک کر بولا۔ "مجھے تم سے بھی اتنی ہی محبت ہے جتنی کہ ریکھا سے ہے۔"

"چپ رہو...... سؤر کے بچے۔" سریندر نے گرج کر کہا اور ٹریگر دبا دیا۔ مگر دھماکے کی آواز نہیں سنائی دی۔

کرنل پرکاش نے پھر قہقہہ لگایا۔ سریندر گھبرا کر پستول کی طرف دیکھنے لگا۔

"واہ برخوردار...... اسی کے بل بوتے پر بہادری دکھانے چلے تھے۔ سنو بیٹا...... میں ماتھے کی لکیروں میں دل کا حال پڑھ لیتا ہوں، میں نے اسی وقت تمہاری جیب میں پڑے ہوئے پستول کی گولیاں نکال لی تھیں جب تم اوپر مجھ سے بات کر رہے تھے۔ میں کل رات ہی سمجھ گیا تھا کہ تم کوئی چال ضرور چلو گے۔ تو گویا تم اس تہہ خانے کو ہم دونوں آدمیوں کا مقبرہ بنانا چاہتے تھے۔ خیر اب بھی یہاں تین ہی لاشیں ہوں گی۔"

کرنل پرکاش نے بڑھ کر سریندر کی گردن پکڑ لی۔ سریندر بچوں کی طرح چیخ رہا تھا۔ کرنل نے اسے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔

"دیکھو سریندر میں اب تم سے سمجھوتہ ہی کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم مجھے ریکھا کو نکال لے

جانے میں مدد دینے کا وعدہ کرو تو تمہیں چھوڑ دوں۔"

"مجھے منظور ہے۔" سریندر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"یوں نہیں۔" کرنل ہنس کر بولا۔ "تم بہت بھیانک آدمی ہو۔ تمہیں اپنا فیصلہ تبدیل کرتے دیر نہیں لگتی۔ میں کوئی ایسی چیز چاہتا ہوں جس سے ہمیشہ تمہاری کور مجھ سے دبی رہے تاکہ تم بعد میں کوئی شرارت نہ کر سکو۔"

"آخر تم چاہتے کیا ہو......؟"

"تم مجھے یہ لکھ کر دے دو کہ تم رام سنگھ کے قاتل ہو۔ اس پر تمہارے اور ریکھا دونوں کے دستخط ہوں گے۔ تم گھبراؤ نہیں...... میں یہ صرف اپنے اطمینان کے لئے کر رہا ہوں۔"

سریندر کے سارے جسم سے پسینہ چھوٹ پڑا۔ کبھی وہ لیڈی سیتا رام کی طرف دیکھتا اور کبھی کرنل پرکاش کی طرف۔

"میں مسودہ تیار کئے دیتا ہوں۔ تم دونوں اپنے دستخط کر دو۔" کرنل پرکاش نے کہا۔

"میں کیوں دستخط کروں۔" ریکھا نے کہا۔

"ریکھا ڈارلنگ...... تم گھبرا کیوں گئی ہو۔ تمہارے دستخط سے یہ چیز اور مضبوط ہو جائے گی کیونکہ تم بطور گواہ اس پر دستخط کرو گی۔ تبھی ہم دونوں چین سے رہ سکیں گے، ورنہ یہ حضرت۔"

کرنل پرکاش نے جلدی جلدی مسودہ تیار کیا اور دستخط کے لئے سریندر کی طرف بڑھا دیا۔ سریندر نے ماتھے کا پسینہ پونچھتے ہوئے دستخط کر دیئے۔ لیڈی سیتا رام نے بھی اس کی تقلید کی، کرنل پرکاش نے کاغذ تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔

"اب تم دونوں مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔" اس نے حمید اور شہناز کی طرف دیکھ کر کہا۔

پھر اچانک کرنل پرکاش نے جنگلیوں کی طرح اچھل اچھل کر ناچنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ گاتا بھی جا رہا تھا لیکن مفہوم ان کی سمجھ سے باہر تھا۔ کیونکہ زبان غیر ملکی تھی۔ وہ وحشیوں سے بدتر ہوتا جا رہا تھا۔

"پرکاش ڈارلنگ...... پرکاش ڈارلنگ......!" لیڈی سیتا رام چیخی۔

کرنل پرکاش اسی طرح ناچتا ہوا بولا۔ "بولومت...... بولومت...... چیں خیں چیں گیر ولا۔ میں خوشی کا ناچ ناچ رہا ہوں۔ افریقہ کے جنگلیوں کا ناچ...... گیرولا چپی پنی ٹمٹائیں گیرولا۔"

ناچتے ناچتے اس کا چشمہ اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا۔ مونچھ اور ڈاڑھی اکھڑ کر فرش پر آرہی اور حمید بے اختیار چیخ پڑا۔ "فریدی صاحب۔"

فریدی کھڑا قہقہے لگا رہا تھا۔ لیڈی سیتا رام چیخ مار کر بیہوش ہو گئی۔ سریندر بیٹھا اس طرح کانپ رہا تھا جیسے اُسے جاڑا دے کر بخار آ گیا ہو۔

فریدی نے جیب سے ہتھکڑیاں نکال کر حمید کو دیں۔ حمید نے جلدی جلدی دونوں کو ہتھکڑیاں پہنا دیں۔

خوشگوار لمحے

فریدی اور حمید اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

"ابھی تک جگدیش نہیں آیا۔" فریدی نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو کیا واقعی اس کیس کی کامیابی کا ذمہ دار اسی کو بتائیں گے۔" حمید بولا۔

"میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں۔ اگر اس نے لیڈی سیتا رام کے بارے میں مجھے نہ بتایا ہوتا تو میں زندگی بھر کامیاب نہیں ہو سکتا تھا اور میں نے یہ ساری دردسری محض شہناز کے لئے مول لی تھی۔"

"تو کیا آپ واقعی شہناز......!" حمید بے اختیار بول پڑا۔ اس کا چہرہ اتر گیا تھا۔

"تم اچھے خاصے اُلو ہو۔ شہناز کی تلاش مجھے محض تمہارے خیال سے تھی، تم اتنی جلدی

بدگمان کیوں ہو جاتے ہو۔"

"معاف کیجئے گا...... میں سمجھا شائد۔"

"جی نہیں...... آپ براہِ کرم مجھ سے پوچھے بغیر کچھ نہ سمجھا کیجئے۔ میں اور عورت... لاحول ولاقوۃ۔"

"اچھا صاحب...... لاحول ولاقوۃ......!" حمید ہنس کر بولا۔

"آؤ شہناز آؤ......!" فریدی دروازے کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔

شہناز مسکراتی ہوئی کمرے کے اندر داخل ہو رہی تھی۔

"بولو! حمید اب کیا کہتے ہو...... کہہ دوں شہناز سے۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

حمید بوکھلا گیا۔

"کیا بات ہے۔" شہناز بیٹھتی ہوئی بولی۔

"کچھ نہیں...... کچھ نہیں۔" حمید جلدی سے بولا۔

"خیر کہو شہناز کوئی نئی بات۔" فریدی نے کہا۔

"کوئی نئی بات نہیں...... نئی باتیں تو میں آپ سے سننے آئی ہوں۔"

"ہاں اب سارے حالات بتا جائیے، مجھے بھی بہت بے چینی ہے۔" حمید نے کہا۔

"حالات کوئی خاص نہیں، سوائے اس کے کہ میں نے بڑی بے دردی سے تمہارا سر پھاڑ دیا تھا۔"

"اس کی شکایت تو مجھے بھی ہے۔ اگر آپ ذرا سا اشارہ کر دیتے تو میں خود ہی بیہوش ہو جاتا۔"

"ضرور ضرور...... آپ سے یہی امید ہوتی تو اتنی قلابازیاں کھانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اچھا یہ بتائیے کہ وہ کاغذ کیسا تھا، جو آپ نے سریندر کو دیا تھا اور ہار چرانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اتنا ہی سمجھنے لگو تو پھر سرجنٹ کیوں......" فریدی ہنس کر بولا۔ "اچھا شروع سے سنو

ہوں۔ جگدیش سے لیڈی سیتارام کے متعلق معلوم کر لینے کے بعد بھی میرا ارادہ خواہ مخواہ اس جھگڑے میں پڑنے کا نہیں تھا لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ شہناز غائب کر دی گئی ہے تو میں نے اسی وقت پلاٹ تیار کر لیا، جب ہم لوگ ان کی تلاش میں سڑکیں ناپتے پھر رہے تھے۔ چھٹی میں نے سچ مچ اس لئے لینی چاہی تھی کہ کتوں کی نمائش میں حصہ لوں۔ لہٰذا شہناز کے غائب ہو جانے کے بعد بھی میں اسی پر اڑا رہا کہ جاؤں گا۔ تم مجھے اسٹیشن چھوڑنے آئے تھے۔ مجھے ٹرین پر سوار کرا کر تم واپس لوٹ گئے تھے۔ میں اگلے اسٹیشن پر اتر گیا۔ وہاں سے بھیس بدل کر شہر واپس آیا۔ مجھے سر سیتارام سے جان پہچان پیدا کرنی تھی، اس لئے میں نے کرنل پرکاش کا بھیس بدلا کیونکہ وہ بھی کتوں کا ایک مشہور شوقین تھا اور اپنے افریقی نسل کے یلو ڈنگو کی وجہ سے مجھے اور بھی آسانی ہو گئی۔ میں نے آرلکچو کا وہی کمرہ کرایہ پر لیا جس میں رام سنگھ ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک دن اچانک جب کمرے کی صفائی ہو رہی تھی مجھے قالین کے نیچے ایک خط مل گیا۔ یہ خط لیڈی سیتارام نے سریندر کو لکھا تھا۔ فوراً میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ شاید رام سنگھ دونوں کو اسی خط سے بلیک میل کر رہا تھا اور ان لوگوں نے تنگ آ کر اُسے قتل کر دیا۔ اب میں نے باقاعدہ کام شروع کر دیا۔ سب سے پہلے تو میں نے تمہیں نمائش گاہ سے خط بھجوانے کا انتظام کیا تاکہ تمہیں بالکل یقین ہو جائے کہ میں وہیں گیا ہوں اس دوران میں۔ میں نے یہیں آرلکچو میں لیڈی سیتارام پر ڈورے ڈالنے شروع کئے۔ وہ بہت جلد قابو میں آ گئی۔ پھر میں سر سیتارام سے پارک میں ملا اور جب واپس لوٹ رہا تھا تو تم میرا تعاقب کر رہے تھے اب میں دیدہ دانستہ تمہیں تعاقب کا موقع دینے لگا۔ تمہاری موجودگی میں ہمیشہ میں کوئی نہ کوئی ایسی حرکت ضرور کر بیٹھتا جس سے تمہارا شبہ اور زیادہ پختہ ہو جائے۔ اس دن بالکنی میں بھی تم نے ہم دونوں کی باتیں سنی تھیں اور اس کے بعد سریندر اور ریکھا کی باتیں بھی سنی تھیں۔ مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ سر سیتارام کی کوٹھی میں کوئی تہہ خانہ ضرور ہے اور شہناز صاحبہ اسی میں بند ہیں اور یہ تو میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ بے چارہ سر سیتارام ان واقعات سے بالکل لاعلم ہے لہٰذا میں نے اس پوشیدہ مقام کا پتہ لگانے کے لئے ہار چرانے والا پلاٹ بنایا۔ یہ میں جانتا تھا کہ تم سایہ کی

طرح میرے پیچھے لگے رہتے ہو۔ لہٰذا تم آج بھی ہماری گفتگو سننے کی ضرور کوشش کرو گے۔ ایسا ہی ہوا بھی۔ اگر تمہیں اس بات کا پہلے سے علم ہوتا تو واقعات میں اتنی بے ساختگی ہرگز نہ پیدا ہوسکتی۔"

"وہ تو سب کچھ ہے لیکن مجھے چکر آنے لگے ہیں...... اس کا کیا علاج ہوگا۔" حمید نے کہا۔

"اوہ اس کا علاج تو......!" فریدی اتنا کہہ کر شہناز کی طرف دیکھنے لگا اور شہناز نے شرما کر سر جھکا لیا۔

"ہاں بھئی...... اب تم نے کیا سوچا ہے۔ کیا کالج کی ملازمت جاری رکھو گی۔" فریدی نے شہناز سے کہا۔

"اب جیسی آپ رائے دیں۔ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں جو مجھے کوئی معقول مشورہ دے سکے۔"

"میرے خیال سے اب ملازمت ترک کردو۔ اس واقعے کے بعد سے تمہاری کافی بدنامی ہوچکی ہے۔ ہر چند کہ تم بے گناہ تھیں، لیکن اس قسم کی بدنامی کے اثرات مشکل ہی سے مٹتے ہیں۔"

"تو پھر بتائیے میں کیا کروں۔"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم اور حمید ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو۔ میری رائے تو...... کیوں حمید صاحب آپ کی کیا رائے ہے۔"

حمید شرمانے کی ایکٹنگ کرنے لگا اور شہناز جو سچ مچ شرما رہی تھی، ضبط کرنے کے باوجود بھی اپنی ہنسی نہ روک سکی۔

اتنے میں انسپکٹر جگدیش آ گیا۔ اس کے چہرے سے خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی۔

"آؤ بھئی جگدیش صاحب، خوب وقت پر آئے۔" فریدی نے کہا۔ "حمید ذرا چائے کے لئے کہہ دو۔"

"میں آپکا شکریہ کس منہ سے ادا کروں انسپکٹر صاحب...... کہ آپ نے میرا کیریئر بنا دیا۔"

"شکریہ تو مجھے تمہارا ادا کرنا چاہئے۔" فریدی نے کہا۔ "اگر تم میری مدد نہ کرتے تو بیچاری شہناز نہ جانے کہاں ہوتیں۔"

"میں نے تو صرف زبانی مدد کی تھی، لیکن آپ نے اتنی تکلیفوں کا سامنا کر کے میرے لئے ترقی کی راہ نکالی۔"

"اگر ایسا ہی ہے تو پھر شہناز کا شکریہ ادا کرو۔ نہ یہ اس طرح غائب ہوتیں اور نہ میں اس کیس میں ہاتھ ڈالتا۔"

"اچھا صاحب...... شہناز بہن کا بھی شکریہ۔" جگدیش نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔

"اچھا جگدیش...... لیڈی اقبال کا ہار بھی لیتے جانا، یہ کارنامہ بھی تمہارا ہی رہیگا۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" جگدیش نے حیرت سے کہا۔

فریدی نے اُسے ہار کی چوری کے سارے واقعات بتائے۔ جگدیش کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔

"لیکن میں لیڈی اقبال سے کہوں گا کیا۔"

"سیدھی سی بات ہے...... کہہ دینا کہ شاید بھاگتے وقت چور کے ہاتھ سے گر گیا تھا۔" مجھے ایک نالی میں پڑا ملا۔

"آپ کے احسانات کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں۔" جگدیش نے کہا۔

"اچھا یہ تو بتاؤ کہ سنہا کا کیا حال ہے۔"

"منہ لٹکا رہتا ہے...... بات بات پر مجھ سے الجھ پڑتا ہے۔"

"خیر وہ تو ہونا ہی تھا......!" حمید نے کہا۔

چاروں چائے پینے لگے۔ کبھی کبھی حمید اور شہناز نظریں چرا کر ایک دوسرے کو دیکھ لیتے اور عجیب قسم کی شرمیلی مسکراہٹ دونوں کے ہونٹوں پر رقص کرنے لگتی۔

ختم شد